بیادگار:
حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ

الحسن

پندرہ روزہ
پشاور

مدیر
سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی

در کفے جام شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

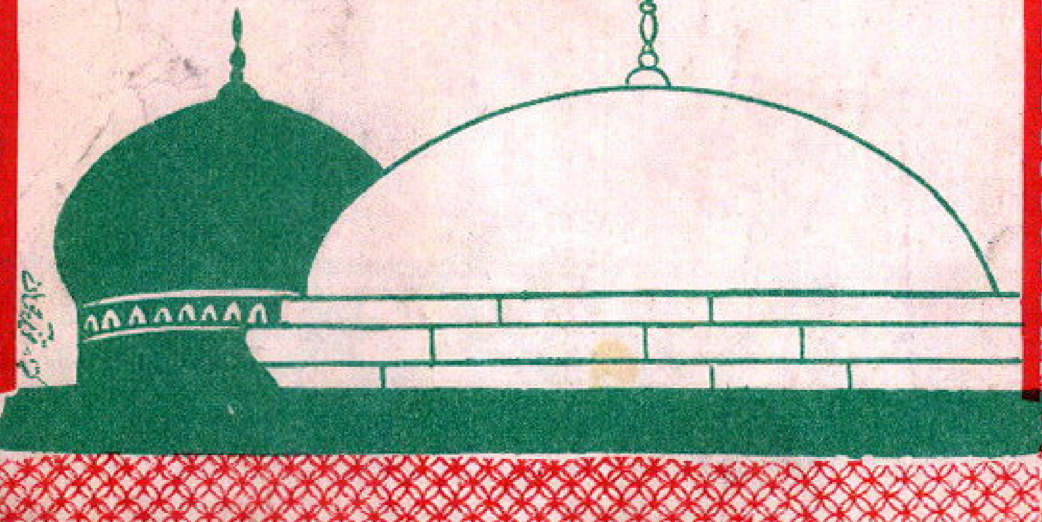

بسم اللہ الرحمن الرحیم

این بارگہ حضرت غوث الثقلین است
نقد کرم حیدر و نسلِ حسنین است

مادرش حسینی نسب است و پدرِ او
زِ اولادِ حسن یعنی کریم الابوین است

بیادگار
حضرت ابوالبرکات
سید حسن قادری رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ
الحسن
پشاور

قیمت دو روپے

مدیر
سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی
منتظم
مفتی مشتاق احمد

جلد ۱ * شمارہ ۱-۲ | یکم و پندرہ جنوری ۱۹۷۹ء | چندہ سالانہ ۲۰ روپے

فہرست

(۱) ہلال محرم (نظم)	حکیم غلام احمد سلیم	۲
(۲) امام حسین علیہ السلام (شذرہ)	ادارہ	۳
(۳) تفسیر القرآن الحسنیہ	الحاج حافظ عبدالحمید صاحب فاضل دینیات	۵
(۴) غور طلب اقتباسات	ماخوذ	۹
(۵) السلام اے مہر تابان امامت السلام (نظم)	سید ضیاء جعفری القادری	۱۲
(۶) حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسین (نظم)	ملک ناصر علی خان ناصر	۱۳
(۷) شرح قصیدہ بردہ شریف	الحاج حافظ عبدالحمید صاحب فاضل دینیات	۱۴
(۸) مقام اہل بیت	سید محمد زکریا شاہ صاحب بنوری	۱۹
(۹) فضائل حسینؓ (حدیث کی روشنی میں)	تاج محمد صدیقی قادری پشاور	۳۳
(۱۰) میدان کربلا	ابوالبشیر حکیم غلام احمد سلیم	۳۵
(۱۱) اقبال اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	مرتضیٰ سید	۳۶

سید محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے طابع نیو ایگل سٹار پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر پندرہ روزہ "الحسن" یکہ توت پشاور سے شائع کیا

ہلالِ محرم

نکلا ہے چاند چہرے پہ زردی لیئے ہوئے — سینے میں درد و سوز کی بجلی لیئے ہوئے
لاغر بدن پہ سوگ کی کفنی لیئے ہوئے — شبیر کے الم کی کہانی لیئے ہوئے
کہتا ہے قتلِ آلِ نبی کا پیام ہوں
میں غم نصیب ہی مہِ شہر الحرام ہوں

مجھ کو ہلالِ عید سمجھ کر نہ دیکھئے — میخانہ کی کلید سمجھ کر نہ دیکھئے
عشرت کی اک نوید سمجھ کر نہ دیکھئے — مجھ کو کسی کی دید سمجھ کر نہ دیکھئے
رو رو کے دیکھئے کہ مہ سوگوار ہوں
میں قلبِ فاطمہ کی طرح داغدار ہوں

تم آج رو رہے ہو میں صدیوں سے وقفِ غم — میرے بدن میں خون کے بدلے تپِ الم
افسردگی کے ہاتھ سے آیا ہے لب پہ دم — بارِ الم سے دیکھئے میری کمر ہے خم
اک دن غمِ حسین گنوا دیگا جان سے
میرا بھی اب سفر ہی سمجھ لو جہان سے

تم سن کے حالِ شبر و شبیر نوحہ خواں — میں دیکھ کر ہوں خونِ جگر پھر نوحہ خواں
میں خود ہوں نوحہ خواں مری تقدیر نوحہ خواں — ہے آہ اور آہ کی تقدیر نوحہ خواں
ملنا تھا مجھ کو خاک میں شاہِ امام سے
لینا تھا کیا مجھے چرخِ نیلی فام سے

تم سنتے ہیں پڑھتے تو دیکھے ہیں واقعات — پیاسے گئے جہاں سے امامانِ ذی صفات
کیسے بہے ہیں خون کے واں دجلہ و فرات — اجڑی ہے کیسی آلِ محمد کی کائنات
یہ گریہ جانکاہ مری آنکھیں بھی لے گیا
اک داغ دل میں درد کلیجے میں دے گیا

ہر ایک جانتا ہے کہ میں بے زبان ہوں — شبیر کے الم سے مگر نیم جان ہوں
دہری کمر ہوئی ہے مثالِ کمان ہوں — جو کچھ بھی ہوں شہادتِ غم کا نشان ہوں
چپ چاپ غم نشین غمِ دو جہان سے
پھر آج بولتا ہوں سلیمی زبان سے

از ابوالبشر حکیم غلام احمد سلیم
ایچ۔ پی۔ حاذق دلالطبا (آنرز)
پنڈ دادنخان ضلع جہلم

شذرہ

امام حسین علیہ السلام

وُہ امام حسین ! جن کے جسم اطہر کا نچلا حصّہ حضور سرور عالمیاں صلے اللہ علیہ وسلم سے مُشابہ تھا ۔

وُہ امام حسین ! جن کو حضور خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم نے نوجوانانِ جنّت کا سردار فرمایا ۔

وُہ امام حسین ! جس کے بارے میں سید الکونین نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں "

وُہ امام حسین ! جن کو سرورِ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم نے باغ نبوت کا ایک پھول فرمایا ۔

وُہ امام حسین ! جبکہ کفر اور اسلام میں فیصلہ کن مرحلہ آیا تو خداوند تعالٰی کے حضور میں اس کی حضوریت کو پیش کیا گیا ۔

وُہ امام حسین ! جس کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کالی کملی میں لیکر قرآن مجید کی یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی ۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا

وُہ امام حسین ! جس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میرا بیٹا ہے ۔ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت کر ۔ اور جو اس سے محبت کرتا ہے تو اس کے ساتھ محبت کر ۔

وُہ امام حسین ! جس کے لئے حضور نے خطبہ کو منقطع فرمایا اور منبر سے اُتر کر اُٹھا لیا ۔

وُہ امام حسین ! جس کے متعلق فرمایا " اللہ تعالٰی اس کو دوست رکھتا ہے جو حسین کو دوست رکھتا ہے "

وُہ امام حسین ! جس کے متعلق سید المرسلین نے فرمایا جو اس کے ساتھ لڑتا ہے میں اس کے ساتھ لڑتا ہوں جو اس کے ساتھ صلح کرتا ہے میں اس کے ساتھ صلح کرتا ہوں ۔

وُہ امام حسین ! جس کے غم میں ابن عباس فرماتے ہیں میں نے خواب میں حضور کو دیکھا کہ پریشان بال گرد و غبار سے اٹے ہوئے ہاتھ میں خون سے بھری ہوئی بوتل ۔ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیا ماجرا ہے حضور نے فرمایا یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے ۔ آج تمام دن میں اس کو جمع کرتا رہا ہوں ۔

وہ امام حسین ! جو شہامت ، وقار ، صبر ، استقلال ، شجاعت ، بہادری اور مظلومیت کا مکمل مجسمہ تھے ۔

وہ امام حسین ! جس نے اپنے نانا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کو پامال ہوتے دیکھ کر انتہائی جانبازی اور بہادری کے ساتھ دس محرم الحرام سنہ ۶۱ھ کو اپنا سب کچھ قربان کر دیا ۔

اِنا للہ و انا الیہ راجعون ۰

شکر الحمد للہ

سلطانی مصالحہ جات

ایشیا بھر میں سب سے عمدہ ثابت ہوئے ہیں

مرچ ـ ہلدی ـ گرم مصالحہ ـ سالن مصالحہ ـ دھنیا ـ میتھی قصوری اور کالی مرچ

بند ڈبوں میں دستیاب ہے

سلطانی برانڈ پراڈکٹس پیپل منڈی پشاور شہر فون نمبر ۲۳۳۰

جہانگیر ہوٹل سینما روڈ پشاور شہر

چکن تکہ ـ چکن روسٹ ـ چکن کباب ـ مرغ مسلم ـ چکن تندوری ـ

اور دیگر عمدہ اور لذیذ کھانوں کا بہترین مرکز

خود بھی لطف اٹھایئے

اور مہمانوں کو بھی کھلایئے !!

تفسیر القرآن المحسنیہ

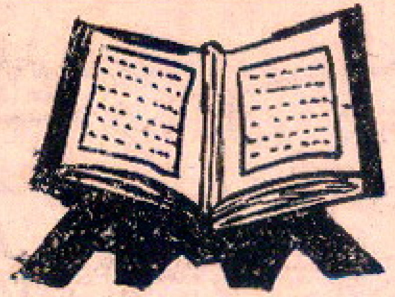

اور گنہگار مسلمان ہدایت پر تو ہے لیکن اول نمبر کامیاب نہیں اور کافر نہ ہدایت پر نہ کامیاب۔

صوفیائے کرام یہ بھی فرماتے ہیں کہ کامیابی کے تین انجام ہیں اولاً نفس اور دنیا اور شیطان اور بُرے ساتھیوں پر غالب رہنا۔ دوم کفر و گمراہی اور جہالت اور نفس کے دھوکے اور شیطان کے وسوسوں اور قبر کی وحشتوں۔ قیامت کی دہشتوں اور پل صراط کی پھسلنوں۔ جنت کی محرومی اور عذاب کی سختیوں سے نجات پانا۔ تیسرے ابدی ملک اور سرمدی نعمتوں اور لازوال رحمتوں۔ دائمی سرور۔ بے گرد و غبار زندگی اور بے حجابانہ محبوب کو پا لینا۔ حق تعالےٰ ہم کو نصیب فرمائے نیز صوفیائے کرام کا فرمانا ہے کہ ایک ہی راستے کو کوئی شخص پیدل طے کرتا ہے۔ دوسرا گھوڑے پر۔ تیسرا برق رفتار موٹر کار پر۔ جتنی تیز سواری ہوگی اسی قدر جلد راستہ طے ہوگا۔ نہایت تیز سواری طریقت ہے۔ نہایت مضبوط اور احتیاط کی سواری شریعت ہے۔ شریعت میں پھسلنی کم مگر رفتار آہستہ۔ اور طریقت میں رفتار تو تیز مگر خطرات بہت زیادہ۔ اسی کو مولانا رومؒ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

(ترجمہ) اللہ والوں کی ایک آن کی صحبت سو برس کی خالص عبادت سے بہت زیادہ نافع ہے۔ پھر شریعت میں اپنے آپ اکیلے جانا ہوتا ہے اور طریقت میں کسی اور کی طرف سے کشش ہوتی ہے۔ اب ھدیً سے مراد شریعت پر چلنا ہے۔ اور فلاح سے مراد رب کا اپنی طرف کھینچنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نیک اعمال کی آگ سے اپنے وجود کے حجاب کو جلا دیتا ہے۔ اور دنیا سے نگاہ پھیر کر آخرت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ تو رحمتِ باری اس کو اپنی طرف اس طرح جذب کر لیتی ہے کہ وہ رحمت جاذب اور یہ مجذوب بلکہ یوں کہہ دیں کہ وہ طالب اور یہ مطلوب۔ اس کلام کی کوئی حد نہیں۔ یہ حال ہے اس کو قال سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اس تفسیر میں وقتاً فوقتاً جگہ بجگہ صوفیاء کرام کے دل افروز اقوال سے اپنے قارئین کو محظوظ کرتے رہیں گے۔

عبارتِ کلام: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝

۱۔ حلِ لغات

اِنَّ	الَّذِیْنَ	کَفَرُوْا	سَوَآءٌ	عَلَیْ	ھِمْ	ءَ	اَنْذَرْ	تَ
بیشک	وہ لوگ جو	ازلی کافر ہوئے	برابر ہے	اوپر	ان کے	کیا	ڈرایا	آپ نے
ھُمْ	اَمْ	لَمْ	تُنْذِرْ	ھُمْ	لَا	یُؤْمِنُوْنَ ۝		
ان کو	یا	نہ	ڈرایا آپ نے	ان کو	نہیں	ایمان لانے والے وہ۔		

۲۔ لفظی ترجمہ

بیشک وہ لوگ جو ازلی کافر ہو چکے تھے۔ اُن پر یہ برابر ہے کہ آپ اُن کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

۳۔ شانِ نزول

تین روایتیں شانِ نزول سے متعلق ہیں۔ (۱) یہ آیت اور اگلی آیہ عذابٌ عظیم تک ابوجہل، ابولہب، ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی تھیں (۲) مدینہ کے یہود کے بارے میں جو ایمان سے مشرف نہ ہوئے۔ (۳) قتالِ احزاب کے وقت نازل ہوئی تھیں۔

۴۔ ربط و تعلق

(۱) پہلے تو مقبولوں کا ذکر تھا۔ تقاضا یہی تھا کہ مردودوں کا ذکر بھی ہو۔ (۲) سابقہ آیات میں مقبولوں کی ان صفات کا ذکر کیا تھا جن سے انھوں نے ہدایت اور کامیابی پائی۔ اب مندرجہ ذیل وہ قبائح ہیں جن سے مردودوں نے محرومی پائی اور یہ اس لئے ہے کہ کسی عاقل نے خوب کہا تعرف الاشیاء باَضداد ھا (ترجمہ) چیزیں اپنی اضداد کی وجہ سے پہچانی جاتی ہیں۔ مثلاً نیکی کا تصور جبھی محکم ہوگا۔ جب بدی کا تصور سامنے ہو۔ عیش و عشرت کی زندگی کی قدر مصائب و آلام سے بھری ہوئی زندگی کے بعد ہی ہوا کرتی ہے چنانچہ بلبلِ شیراز فرمایا کرتے تھے۔ لقدہ لذیذ العیش بعد مصائب (ترجمہ) بیشک مصائب و آلام کے بعد ہی عیش و عشرت کی قدر پہچانی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اب کفار کے قبائح اور ان کا ذکر اسی لئے کیا تاکہ متقی اور ایماندار کا ایمان اور بھی پائدار ہو جائے (۲) پہلے ان کا ذکر تھا جو ۶ عدد صفات کے حامل تھے۔ اور ہدایت پا گئے۔ اب اُن کا ذکر آ رہا ہے جو قبائح سے ملوث ہو کر ہدایت نہیں پائیں گے۔ گویا قرآن اُن کے لئے ہدایت تھی اور ان کے لئے نہیں۔ یہ ازلی شقی اور بدبخت ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ چھ صفات علت تھیں اور ان کا معلول ہدایت و کامیابی تھا۔ اب آریوں کا وہ اعتراض رفع ہو گیا۔ جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن کا دعویٰ ہے کہ وہ سب لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ جیسا ھُدًی لِّلنَّاس سے ثابت ہے تو اب یہ محرومی ان کی ہدایت سے کیسی؟ تو جواب یہ ہے کہ جب علت کا فقدان ہو تو معلول کا فقدان مستلزم ہے۔ جب ان میں وہ صفات ہی نہیں تو وہ موصوف بالہدایہ کیوں کر ہوں۔ دیکھئے ایک ماہر طبیب۔ مریض کو دوا استعمال کرنے کے لئے ایک شرط مقرر کرتا ہے کہ فلاں فلاں چھ چیزیں نہ کھانا۔ اُن سے پرہیز ہے اب اگر وہ پرہیز نہ کرے تو شرط کا فقدان ہو گا۔ پس شرط جو شفا ہے مفقود ہو گا یا وہ ۶ عدد پند و نصیحت فرماتا ہے کہ ان پر عمل کرو۔ دوا کا استعمال پابندی وقت کے ساتھ کرو۔ (۲) صبح سویرے اٹھو اور رات کو سویرے سو جاؤ۔ (۳) صباو مسا پیدل تھوڑی سی سیر کرو (۴) پھل اور سبزی کا استعمال زیادہ کرو (۵) دو تنا

دفعتاً مجھے اپنا حال بتاتے رہو۔ (۷) کھانے کے درمیان تھوڑا سا پانی ضرور پی لیا کرو۔

اب اگر مریض ان چھ بتائے ہوئے اصولوں پر عمل نہ کرے تو اس کو شفا کیا خاک ہوگی۔ یہاں پر شرط کا فقدان ہے تو مشروط بھی معدوم ہوا۔ کیا خوب کہا ایک نحوی نے لفظ تو کے تحت اذا فات الشرط فات المشروط (ترجمہ) جب شرط مفقود ہوئی تو مشروط بھی معرض وجود میں نہ آیا۔ پس قرآن کریم مکمل ہدایت اس کے لئے بنیگا۔ جو اس کے بنے ہوئے اصول اپنائیگا۔ جس طرح کوئی شخص طبیب کی منع کی ہوئی چیز ملے سے اگر پرہیز نہ کرے تو بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہے اسی طرح اگر قرآن حکیم کے بتائے ہوئے اور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دکھائے ہوئے راستے پر نہ چلے تو ہلاک ہوگا۔

۵۔ نکاتِ ترکیب :- اِنَّ۔ حرف مشبہ بالفعل اَلَّذِیْنَ۔ موصول۔ کَفَرُوْا۔ صلہ ہے اپنے موصول کا۔ دونوں صلہ اور موصول مل کر اِنَّ کا اسم ہوئے اور سَوَاءٌ بمعنی اِستواءٌ خبر ہے۔ اور اس کے بعد جو وارد ہے وہ مصدر کا فاعل بن کر مرفوع ہے۔ نحویوں نے اس جملہ کی ترتیب اس طرح فرمائی ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا انذارک وعدمہ مستو علیھم۔ اس طرح ترتیب دینے سے معانی کی کچھ اچھی طرح آجاتی ہے اور تشریح بھی ہو جاتی ہے۔ ایک ترکیب نحویوں نے اور بھی کی ہے لیکن یہاں اب اور گنجائش نہیں۔ اور فرمایا کہ سواء مصدر ہے مگر اسم فاعل کے معنوں میں آئی ہے۔ یعنی برابر۔

۶۔ تشریح (بطرز سوال وجواب) کافر تو بہت سے ایمان لے آئے ہیں۔ اور یہ آیت تو کچھ اور ثابت کر دی ہے۔

جواب :- اس آیت میں سب کافروں کا بیان نہیں ہے بلکہ خاص کر ان کفار کا ذکر ہے۔ جن کی نسبت خدائے تعالیٰ کو علم ہے۔ کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہونا چاہیئے۔

(سوال نمبر۲) کافر۔ منافق و مومن کی کوئی جامع تعریف ایسی بتائیے کہ تینوں کا فرق اظہر من الشمس ہو جائے۔

جواب :- جو شخص ظاہر اور باطن حق کے مخالف ہو وہ کافر ہے اور جو شخص بظاہر موافق اور باطن میں بحث مخالف ہو وہ منافق ہے۔ اور سوم جو ان دونوں کی ضد ہو اور حق کو دل سے و زبان سے اقرار کرے وہ مومن ہے۔

(سوال نمبر۳) کافر کا لغوی معنیٰ بتا کر اس پر روشنی ڈالیں

لغوی معنی ستر اور جحود کا ارتکاب یعنی چھپانے والا اور ساتھ ہی انکار کرنے والا دونوں کا مجموعہ کفر پر دلالت کرتا ہے۔ ستر اس کا جزو اعظم ہے اسی لئے اہل عرب تاریک رات کو کافر کہتے ہیں اور زراع کو بھی۔

عارف جامیؒ نے دو شعروں میں رات کے کوائف بیان کر دیئے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

(۱) شب آمد ساز گارِ عشق بازان
شب آمد راز دارِ عشق بازان
(۲) ازاں بر روزشاں شب اختیار است
کہ آں یک پردہ و دیں پردہ دار است (زلیخا جامیؒ)

اسی طرح زراع کا شکار جو بیج کو زمین میں چھپاتا ہے اس پر اطلاق لفظ کافر اہل عرب کے نزدیک مسلم ہے۔ گو وہ شرعی کافر نہیں ہے۔ مدارک۔ تفسیر کشفی۔ کفر۔

ایمان کی ضد ہے۔ یہ شرعی مختصر سی تعریف ہے اور لغوی تعریف مختصراً یہ ہے ستر النعمۃ۔ نعمت کا چھپانا۔ (تفسیر مظہری)

۷۔ **بلاغت**: ایمان کے بعد کفر کا ذکر ہے اور ان کو عطف سے نہیں ملایا بلکہ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فرما کر جدا کر دیا اور دوسری جگہ عطف سے ملایا۔ اِنَّ الابرار لفی نعیم وَّ اِنَّ الفجار لفی جحیم۔ قرآن مجید کا کلام افصح و ابلغ ہے چونکہ اسلوب بیان میں بہت بھاری فرق تھا اور غرض میں بھی فرق ہے۔ یہاں ایک بیان کی تفصیل شروع ہو رہی ہے، تو عنوان گویا بدل گیا۔ اور اِنَّ الابرار والی آیت میں ابرار و فجار کا اجمالاً مقابلہ تھا۔

۸۔ صوفیائے کرام کی تشریح اور مسئلہ تقدیر کا لاجواب و بے مثال حل

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اس دنیا سے کئی ہزار سال پہلے یعنی اس عالم حسی سے ہزارہا سال قبل عالم مثالی میں خداوند کریم کی ایک تجلی ہوئی جس میں تمام کائنات عالم حسی اس کے دربار فیض آثار میں اپنی اپنی استعداد کے مطابق ہر چیز سے فیض یاب ہوئے۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جس چیز کو جس شخص کے قابل نظر آیا

اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام ذریت جو ہونہار تھی چیونٹیوں کی طرح نکل پڑی اور اس کا آفتاب جمال ہر ایک شخص پر نور پاشی ہوا۔ جن میں استعداد خداداد کی وجہ سے کچھ بھی صفائی تھی۔ ان پر وہ نور پڑا۔ تو وہ چمک اٹھیں اور جن کی اصل میں کدورت تھی وہ اس نور سے محروم رہیں وہ اسی شقاوت کی تاریکی میں اس عالم میں آئے جس طرح اس عالم میں آفتاب چمکتا ہے تو شفاف چیزیں اور بھی منور ہو جاتی ہیں۔ لیکن مکدر اشیاء نہیں چمکتیں۔ پھر ہر شخص نے اس کی ربوبیت کا اقرار کیا۔ (قالوا بلی) جن پر وہ نور پڑا وہ لوگ اس عالم حسی میں اہل سعادت یعنی مومن کہلائے۔ اور جن پر وہ نور نہ پڑا وہ اسی شقاوت کی تاریکی میں اس جہان میں آئے اور کافر و منافق کہلائے۔ قرآن حقائق اشیاء کو نہیں بدل سکتا۔ نہ جانور کو انسان بنا سکتا ہے اور نہ انسان کو خنزیر۔ جو ازل سے منور رہا اس کو ایمان کون مکدر کر سکتا ہے۔ اور جو ازلی بدبخت اور کافر ہو۔ وہ نیک بخت نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیغمبر کی تسلی فرما رہے ہیں۔ کہ اے محبوب ان کے حق میں آپ کا انذار یا عدم انذار برابر ہے (نکتہ) لیکن آپ کے حق میں برابر نہیں۔ آپ کو ضرور اجر ملیگا آپ کی تبلیغ رائیگاں نہیں۔

(۲) ان کے لئے آپ کی تبلیغ بیکار۔ لیکن آپ کے لئے مفید۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن ابی کا جنازہ پڑھا۔ یہ نماز اس منافق کے لئے بیکار لیکن حضور کے حق میں مفید تھی۔ کیونکہ بہت سے منافق اسی وقت یہ خلوص دیکھ کر اسلام لے آئے۔ اور حضور کو ان کے مشرف با اسلام ہونے کا اجر ضرور ملیگا۔ یہی وجہ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے مرتے دم تک ان کو تبلیغ کی۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ اس میں بڑی حکمت یہ ہے کہ قیامت کے دن وہ لوگ اپنی لاعلمی نہیں ظاہر کر سکیں گے۔

غور طلب اقتباسات

صرف دو سال؟

قومی اسمبلی میں ایک سرکاری مسودۂ قانون پیش کیا گیا ہے جس کے تحت تعزیرات پاکستان میں ترمیم کر دی جائے گی۔ اور ہر اس مسلمان کو دو سال تک قید بامشقت کی سزا دی جائے گی۔ جو آنحضرت صلعم کے بارے میں ختم نبوت پر یقین نہ رکھتا ہو۔ یا اپنے قول و فعل سے اس عقیدے کی نفی کرتا ہو۔ اور اس کے خلاف پروپیگنڈے کا مرتکب پایا جائے۔ یہ مسودہ قانون قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی ایک سابقہ قرارداد کے پیش نظر تیار کیا گیا ہے۔ قومی اسمبلی کے سارے ارکان پر مشتمل خصوصی کمیٹی نے اس قرارداد میں سفارش کی تھی۔ کہ آئین کے آرٹیکل ۲۶۰ کی شق ۳ کے مطابق یہ ضروری ہوگیا ہے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ میں ترمیم کر دی جائے تاکہ ہر مسلمان کو جو عقیدہ ختم نبوت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف تبلیغ کرے یا اس کے منافی نظریے کی نشر و اشاعت کرے اسے سزا دی جاسکے۔

پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا۔ اہلیان برصغیر نے قائداعظم کی زیر قیادت یہ خطہ اسلامی نظام حیات جاری و ساری کرنے کے لئے حاصل کیا تھا۔ یہ اسلامی جمہوریہ ہے۔ اور اس کے آئین میں بھی یہ ضمانت دی گئی ہے کہ پاکستان میں تمام قوانین قرآن و شریعت کے مطابق بنائے جائیں گے۔

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کا بنیادی رکن ہے اور جو اسلام لانے کے بعد اس سے منحرف ہو جائے اسے مرتد کہتے ہیں۔ اور مرتد کے لئے موت کی سزا ہے۔ اس لئے تعزیرات پاکستان میں مجوزہ ترمیم کے ذریعے مرتد کو صرف دو سال کی قید کا سزاوار قرار دینا قومی حلقوں میں محل نظر ہی قرار پائے گا۔ بہر کیف یہ امر باعث اطمینان ہے کہ اس ضمن میں کچھ نہ کچھ ہوا تو ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ تحریک ختم نبوت کے دوران سواد اعظم نے جو دوسرے مطالبات کئے تھے اور جنہیں حکومت نے تسلیم کر لینے کا وعدہ کیا تھا ان پر بھی کارروائی کی جائے گی۔

آخر میں ہم یہ کہنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم ان کے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام کے لئے جتنے خطابات و القابات مسلمانوں میں رائج ہیں ان کا دوسرے اشخاص کے لئے استعمال بھی قابل تعزیر جرم متصور ہونا چاہئے اور اب حکومت کو اس بارے میں بھی کوئی قانون وضع کرنا چاہئے۔

ان مظلوموں کی دادرسی بھی ہو!

داتا دربار لاہور سے اغوا ہونے والے بچے نے اپنی بازیابی کے بعد جو تفصیلات بیان کی ہیں ان سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ملک بھر میں بردہ فروش موجود ہیں جو کم سن بچوں کو اغوا کر کے خرکاروں کے ہاتھوں فروخت کر دیتے ہیں اس موضوع پر قومی پریس بہت کچھ لکھ چکا ہے اور اب جب حکومت

اصلاح احوال کے لئے مفید مشورے بھی دے رہا ہے۔ لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پولیس نے یا انتظامیہ نے اس بدترین جرم کے انسداد کے لئے کوئی موثر اور ٹھوس لائحہ عمل تیار نہیں کیا۔ نا معلوم کتنے بد نصیب والدین کے جگر گوشے ان بردہ فروشوں اور خرکاروں کے ظلم و ستم سہنے پر مجبور ہیں یا ظلم سہہ سہہ کر اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ یہ بات عوامی حلقوں کے لئے ناقابل فہم ہے کہ انتظامیہ بے گار کیمپوں کا پتہ چلانے سے قاصر ہے یا خرکاروں کے چنگل میں پھنسے ہوئے ان مظلوم بچوں کو نجات دلانے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ اس قسم کے بے گار کیمپ زیادہ تر سرکاری انتظامات کے تحت جاری ہونے والے بڑے بڑے تعمیراتی منصوبوں کے قریب ہی ہوتے ہیں۔ خرکار بھی اپنی منصوبوں پر مٹی کھودنے اور ہٹانے کا کام کرتے ہیں۔ اگر پولیس یا انتظامیہ خفیہ طور پر چھاپے مارے تو اس کے لئے مظلوموں کا پتہ چلانا مشکل نہیں لیکن یہاں تو تدبیر ہی الٹی ہوتی ہے۔ اگر احتجاج و واویلا کی آواز اونچی ہونے لگے تو اعلان کر دیا جاتا ہے کہ فلاں قماش کے لوگوں کے خلاف مہم جاری کر دی جائے گی۔ اس سے پہلے کہ پولیس حرکت میں آئے یہ خرکار اغوا شدہ مظلوم بچوں کو چھپا دیتے ہیں خرکار اور بے گار کیمپوں والے ان بچوں پر سفاکانہ طور پر جو ظلم روا رکھتے ہیں انہیں سن کر روح لرز اٹھتی ہے کاش ہمارے ارباب اختیار و اقتدار ایسے مظلوموں کی فریاد سن کر انہیں بردہ فروشوں اور خرکاروں کے چنگل سے نجات دلانے کے لئے کوئی موثر کاروائی کر سکیں اور اغوا کرنے والے سفاک اور ظالم بردہ فروشوں کا قلع قمع کیا جا سکے۔

(نوائے وقت لاہور کراچی راولپنڈی ۔ ۸ جنوری ۱۹۷۵ء)

بناسپتی گھی کی پیداوار میں اضافہ

قومی اسمبلی میں بناسپتی گھی کی صنعت سے متعلق ترمیمی مسودہ قانون پر بحث کے دوران وفاقی وزیر مملکت برائے صنعت سید قائم علی شاہ نے ایوان کو بتایا ہے کہ بناسپتی گھی کے کارخانوں کو سرکاری ملکیت میں لینے کے نتیجہ میں بناسپتی گھی کی پیداوار میں ایک لاکھ ٹن کا اضافہ ہوا ہے۔ نیز اس کا معیار بھی بہتر بنایا گیا ہے

ترمیمی مسودہ قانون پیش کرنے کا مقصد غیر ملکی سرمایہ کار کی تعریف کا تعین کرنا تھا۔ اس بات سے قطع نظر کہ اس ترمیم کے بعد غیر ملکی سرمایہ کاروں کو بناسپتی گھی کے کارخانے لگانے کی اجازت ہوگی یا نہیں یا بطور مجموعی ملکی سرمایہ کاروں کی اس طرز عمل سے حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ یہ بات عام صارفین کے لئے کسی خوشگوار حیرت یا اطمینان کا موجب نہیں بن سکی کہ بناسپتی گھی کی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے۔ کیونکہ کھلے بازار میں بناسپتی گھی کی فراہمی اور دستیابی اتنی آسان نہیں۔ ایک لاکھ ٹن کا اضافہ کوئی معمولی بات نہیں لیکن اس کا فائدہ صارفین کو بناسپتی کی آسانی کے ساتھ دستیابی اور اس کی قیمتوں میں کمی کی شکل میں ہونا چاہئے تھا۔ لیکن پیداوار میں اس کثیر اضافے کے باوجود ایسی کوئی صورت سامنے نہیں آئی۔ ماضی میں اس قسم کی اطلاعات اکثر پڑھنے سننے میں آتی رہی ہیں کہ پاکستان سے بناسپتی گھی بعض دوسرے ممالک کو کثیر مقدار میں سمگل کر دیا جاتا رہا ہے۔ اس وقت بھی کیفیت مختلف نہیں بتائی جاتی۔ اور بعض ارکان اسمبلی نے بجا طور پر حکومت کی اس طرف توجہ مبذول کرائی ہے۔ پیداوار میں یقیناً اضافہ ہوا ہوگا۔ لیکن جہاں تک معیار کا تعلق ہے صارفین اس ضمن میں اپنی رائے کو بہتر نہیں بنا سکے۔ وزیر مملکت نے پیداوار میں اور معیار

میں اضافہ کے ساتھ بناسپتی گھی کی قیمتوں میں اضافہ کی بات نہیں کی۔ بناسپتی گھی کے کارخانوں کے سرکاری ملکیت میں لئے جانے کے بعد بناسپتی گھی کی قیمتوں میں جو اضافہ ہوا ہے۔ اس کی نظیر بھی ماضی میں نہیں ملتی۔ بناسپتی گھی کی صنعت کو سرکاری تحویل میں لیتے وقت لوگوں کو یہی بتایا گیا تھا کہ سابقہ مالکین منافع کے مرتکب ہوتے تھے اور ان کی جانب سے صارفین کو لوٹا جا رہا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس صنعت کو سرکاری تحویل میں لیا گیا تو کسی نے اعتراض نہ کیا بلکہ صارفین کو امید بندھ گئی تھی۔ کہ اب بناسپتی کی قیمتیں کم ہو جائیں گی۔ لیکن افسوس ان کا یہ اندازہ غلط نکلا۔ وزیر مملکت اگر اس ضمن میں بھی لب کشائی کرتے تو بہتر ہوتا۔

نوائے وقت راولپنڈی ۲ جنوری ۱۹۷۵ء

★

تذکرہ علماء و مشائخ سرحد جلد دوم

اس کتاب میں صوبہ سرحد کے اضلاع پشاور مردان اور ہزارہ کے ۷۹ علماء و مشائخ کی دینی اور سیاسی خدمات اور زندگی کے حالات کا ذکر ہے

★

اس کتاب کو پاکستان آرٹس کونسل کی طرف سے پہلا انعام مل چکا ہے

معیاری کتابت۔ آفسٹ طباعت

۳۶۵ صفحات۔ سنہری ڈائیوں سے مزین جلد

کاغذ سفید۔ قیمت صرف/ ۲۸ روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ الحسن۔ یکہ توت پشاور
عظیم پبلشنگ ہاؤس خیبر بازار پشاور

ہوٹل سلاطین اینڈ ریسٹورنٹ

سینما روڈ۔ پشاور شہر

ایئر کنڈیشنڈ

مٹن لیگ روسٹ ★ چانپ روسٹ ★ چکن تندوری ★ مرغ مسلم

چکن تکہ اور چکن کباب

دیگر پاکستانی اور انگریزی کھانوں سے لطف اٹھائیے

السّلام اے مہرِ تابانِ امامت السّلام

جناب سید ضیاء جعفری القادری

السلام اے سینۂ ظلمت میں صبحِ انقلاب
السلام اے روحِ گیتی آدمیت کے شباب

السلام اے پردۂ شب میں ظہورِ آفتاب
حق پرستی کے لبوں پر نغمۂ ام الکتاب

سرکشی کی آندھیوں میں اے تمدن کے چراغ
اے دلِ اسلام توحید و رسالت کے دماغ

السلام اے کشتگانِ عشق کے موجِ رواں
السلام اے جادہ پیمائے حیاتِ جاوداں

خفتہ راہوں کو جگاتا ہے ترا نقشِ قدم
پرفشاں ہے ذرّے کے سینے میں احساسِ الم

السلام اے ساقیٔ ساغر بکف جم در رکاب
السلام اے شاہدِ فطرت نویدِ فتح باب

تیری موجِ خوں نے ظلمت میں چراغاں کر دیا
خارزارِ زندگی کو گل بہ داماں کر دیا

اے محیطِ کربلا کی زورقِ بے بادباں
دہر کے جھلسے ہوئے سینے میں صبحِ گلستاں

السلام اے داستانِ بیکسی تشنہ لبی
السلام اے موت کے سانچے میں ڈھلتی زندگی

السلام اے راکبِ دوشِ رسالت السلام
السلام اے مہرِ تابانِ امامت السلام

السلام اے زندگی اے عشق اے روحانیت
السلام اے انقلاب اے عزم اے انسانیت

ہاں تڑپ اے عشق جاگ اے حسن چونک اے انقلاب
مسکرا اے زندگی کروٹ بدل اے ذوقِ خواب

دیکھ کیا کہتا ہے تجھ سے یہ محرم کا ہلال
حق پرستی اور ہو باطل سے اتنی پائمال

وادیٔ برق و شرر سے اب گزرنا ہے تجھے
زندگی کا یہ تقاضا ہے کہ مرنا ہے تجھے

یہ شہادت اک جرس ہے کارواں کے واسطے
ایک پیغامِ بہاراں ہے خزاں کے واسطے

تیرے جلووں کی سحر پائندہ و تابندہ ہے
تا قیامت اے حسین ابنِ علی تو زندہ ہے

ملک ناصر علی خان ناصر

حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسینؑ

اے شہسوارِ معرکۂ کربلا حسینؑ
اے یکہ تازِ مسلکِ صبر و رضا حسینؑ
سر دادہ بہ نصرتِ دینِ خدا حسینؑ
بر بیعتِ یزید زدی پشت پا حسینؑ

واللہ خود تو دینی و ہم دیں نما توئی
حقا بنائے اشہد ان لا الٰہ توئی

اے از دمِ تو جلوہ گر آثارِ لا الٰہ
روشن ضمیر محرمِ اسرارِ لا الٰہ
پرواز محبت انوارِ لا الٰہ
سیراب شد ز خونِ تو گلزارِ لا الٰہ

حق زد رقم تبارک دیں را بنامِ تو
مرقوم شد شہادتِ عظمیٰ بنامِ تو

قلبِ بتولؑ روحِ علیؑ جانِ مصطفےٰؐ
پیمانہ نوش خمکدہ عشق لا الٰہ
دارائے دیں امام بحق شاہِ دوسرا
اے در تصرفِ تو خداوندیٔ خدا

نازد بہ حق پرستیٔ تو ذاتِ بے نیاز
ہم در مقامِ خوف ادا کردہ نماز

چوں در جہاد جامِ شہادت کشیدہ
از ہم حجابِ بیعتِ باطل دریدہ
در کربلائے عشق بہ منزل رسیدہ
اے نفسِ مطمئن پس ازاں آرمیدہ

طے کردہ منازلِ دشوار انقلاب
در خاک و خوں تپیدہ فرزندِ بوتراب

وجہ بقائے کعبہ و قرآں ما حسینؑ
جاں آفرین قالبِ بیجانِ ما حسینؑ
بنگر بہ سوئے حالِ پریشانِ ما حسینؑ
از دست و پا فتادہ مسلمانِ ما حسینؑ

ما تشنہ درد مند و ملاذِ ما توئی
آقائے ما و مرشد و مولائے ما توئی

ادنیٰ تر از حوادثِ عالم غمِ حسینؑ
سرچشمۂ حیاتِ مسلماں غمِ حسینؑ
آموز درسِ سوز و گداز از دمِ حسینؑ
پُر کن درِ آبگینۂ دل زمزمِ حسینؑ

قرآں دہد شہادتِ ذبحِ عظیم او
قربانِ دیں نوازیٔ عزمِ صمیم او

اندیشہ کن چہ حادثہ در کربلا گذشت
ہنگامہ دیدہ بر آلِ عبا گذشت
طوفاں ز ارض رفت و بر عرشِ خدا گذشت
ناصر بر اہلِ بیتِ محمدؐ چہا گذشت

برخیز تا بہ گریہ بنائے عزا کنیم
راضی ز خود خدا و رسولِ خدا کنیم

شرح قصیدہ بُردہ شریف

تو پھر کیوں نہ مبارک ہو وہ دل اور کس طرح سچا اور ثقہ نہ ہو جو کہ باطنی آنکھوں سے جمال اور اک تجلیاتِ رسالت مآب کرے اور دیدارِ باطنی سے فیضیاب ہو جس طرح اس کی آنکھیں فیضیاب ہو گئی تھیں۔ فلہٰذا آنسو اور مرض قلب مُشبہ ہے اور رجل صادق مشبہ بہ ہوا اور مضمون گواہی دینا ہوا۔

اور مطلوب اثبات عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرا پھر مشبہ بہ کے دو فرد مقرر کر دے۔ ایک بذاتِ خود وہ رجل صادق جو کہ حقیقی فرد ہے اور دوسرا۔ آنسو یا مرض قلب کیونکہ یہ بھی دعویٰ عشق کا ثابت کر رہے ہیں۔ لیکن رجلؔ کو فرد متعارف کہینگے اور آنسو یا مرض قلب کو فرد غیر متعارف کہینگے۔ پھر مشبہ کو مشبہ بہ کے لئے استعارہ کر لیا گیا یعنی آنکھ یا درد دل سے مراد سچا اور پکا گواہ کیا۔ پھر خارج ہیں مشبہ کو ذکر کر دیا۔ جیسا شعر میں ہے اور مذکور ہے لفظ دمع اور سقم قلب اور مراد مشبہ بہ کو کیا۔ تا کہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے کہ اے عاشق صادق تیرا درد دل اور چشم گریاں دو عادل۔ شاہد عینی۔ دال اور ناظر ہوا۔ اور جس حال کو دیکھ رہے ہیں وہ تیرے دل کے اندر ہے۔ گھر کے مکین جب گھر کے کسی حال کو گواہی دیں تو وہ ضرور سچی ہی ہوتی ہے۔ بلاغت کی دوسری شق سے استعارہ اس طرح ہے کہ مشبہ جو کہ آنکھ یا درد دل ہے۔ ان میں سے ہر ایک سے ایک خیالی تصور کا قیام ہوا وہ یہ کہ آنسو اور درد دل باوجود۔ غیر ذوی العقول ہونے کے گواہی دے سکتے ہیں۔ یہ شہادت عقلا کے نزدیک شہادت مخیلہ ہے اور ادھر مشبہ بہ جو رجل صادق ہے۔ اس کی شہادت حقیقی ہے۔ ایک مفروضہ ہے اور دوسری محققہ ہے بات کی یہ سر و سامانی اس لئے ہے کہ مفروضہ اور مخیلہ پر اثاثہ حکم جاری کیا جا سکے۔ اور وہ اس طرح جاری ہو گا۔ اور فائدہ حکم یہ ہے کہ باوجود عدم ملکیت روح و عقل یہ عضو بھی گواہی دے سکتے ہیں۔ مشبہ میں جو ایک امر وہمی تخیلی شہادت مخیلہ اس کے لئے شہادت محققہ کو شہادت مخیلہ کے مفہوم کے لئے استعارہ کر لیا۔ شہادت محققہ (شہدت) میں تھی جو رجل صادق کی تھی۔ اب یہ شہادت مخیلہ کے لئے مستعار ہے کیونکہ مراد شہادت مخیلہ ہے۔

اس جگہ یاد دلانا کافی ہے کہ مطلب اور مراد اصول و فروع بلاغت و کلام و بیان کا تذکرہ و ایراد نہیں ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ قصیدہ بردہ کے پڑھنے والوں اور وظیفہ کرنے والوں کو یہ معلوم ہو جائے نمبر (۱) کہ یہ ظاہری خوبیوں سے بھی آراستہ ہے۔ اور باطنی کا شمار نہیں ہے نمبر (۲) دنیا کے تمام دبستان۔ فصاحت اور بلاغت یا منطق و فلسفہ یا اصول و فروع یا صرف و نحو یا حکمت و طبابت یہ سب دبستان عشق مصطفےٰ کے تحت ہیں۔ اور عاشق کامل عالم کامل ہے اس کو علوم ظاہری سے گو واسطہ نہیں لیکن وہ

اپنے حال میں مست ہونے کے باوجود رموزِ علوم مروجہ لفظاً بہ سے پیراستہ ہے جیسا کہ مولانا جلال الدین رومی کے پیر و مرشد حضرت خواجہ شمس تبریزی نے ثابت کر دیا تھا۔ اسی لئے ان اوراق میں اتنا بیان جو ہمارے قصیدے کے فور دنوا سے تعلق رکھتا ہے کر دینا لازمی ہے تاکہ ارباب عشق و محبت میں اسکی تلاوت، اور ورد کے لئے شوق و ذوق پیدا ہو جائے۔

حقائق و معارف

بلبل گل گلزار احمدی و عندلیب نغمہ سرا بستان مصطفوی

علامہ خرپوتی شارح قصیدہ بردہ اپنی شرح میں رقم طراز کہ یہ وہ پہلا شعر ہے (قصیدہ بردہ کا) جو جب حضور صلعم کے سامنے امام بوصیری نے پڑھا تو حضور فرط شوق و وجدان ذوق میں آکر جھومنے لگے۔ اگر قاری یا کسی صاحب حاجت کو کوئی حاجت پیش ہو تو چاہیے کہ اول و آخر وہ درود شریف جو قصیدہ ہذا میں مذکور ہے (مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلہم) پڑھ کر اس بیت کو تین دفعہ پڑھ لے۔ علامہ مذکور فرماتے ہیں کہ اس قصیدے کے شارح جعفر پاشا نے یہ اجازت دی ہے۔ اور انہی نے اس کی یہ فضیلت بیان کی کہ کائنات کا والی۔ اس کی ساری مخلوق کا بادشاہ، اس بیت کو بوصیری کی زبان سے سن کر جھومنے کے بغیر نہ رہ سکا۔ جب یہ ذکر اور یہ نام علامہ خرپوتی کی زبان پر آیا اس کا قلم رک گیا اور وہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ دعا کی اور اس چھٹے بیت کی تشریح کو اس دعا پر ختم کیا۔

الٰہی لا تجعلنا من زمرۃ اھل الفسق والھویٰ۔
واجعلنا ممن قلبہ مُلیٔ بمحبّۃِ نبیّکَ المصطفیٰ۔
وعَینہٗ فی کل وقتٍ من عشقہٖ جریٰ و بکیٰ

(ترجمہ) اے میرے مالک و رازق ہم کو ان بدبختوں کی فہرست میں نہ درج کر جو کہ حرص کے بندے ہیں اور گناہوں کے لئے بک چکے ہیں۔ بلکہ ہم کو ان حضرات کرام کی فہرست میں لکھ لینا جن کے زخمی دل تیرے نبی مصطفٰے رحمۃ اللعالمین کی محبت سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور جن کی آنکھیں فرداً فرداً ہر ایک آن ہر ایک لحظہ میں اسی کے عشق میں روتی ہیں اور اپنے آنسو سیلاب جاری کی طرح رواں کرتی ہیں۔

سبحان اللہ! یہ شعر یا یہ کلام دعائیہ جو اس بیت کے اختتام پر شارح علیہ الرحمۃ نے لکھ دیا گیا، سونے پر سہاگے کا کام کر رہا ہے اور عاشق صادق کے لئے تازیانہ کا کام دے رہا ہے۔ کیونکہ علامہ اقبال بھی تو یہی یاد دلا رہا ہے۔

مصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
چوں بہ او نرسی ہمہ بولہبی ست

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

شعر نمبر (۷)

واثبتَ الوجدُ خطّی عبرۃ وضنیً
مثل البھار علی خدّیک والعنم

سحرگاہ بگریند چنداں کہ آب ۔ فرو شوید از دیدہ شاں کحل خواب
دما دم شراب الم درکشند ۔ دگر تلخ بینند دم درکشند
(شیخ سعدی علیہ الرحمۃ)

(ا جز) تمہید اور ربط کلام: جب کائنات کا والی اور چودہ طبقوں کا مالک ۔ اٹھارہ ہزار مخلوقات کی تخلیق کا عنوان اور باعث بغیر جھومنے کے سابقہ شعر کے سماع پہ نہ رہ سکا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو حدیث کی روشنی میں آپ کا افصح العرب ہونا ثابت ہوگیا۔ اور یہاں پہ چونکہ سابقہ کلام میں فصاحت و بلاغت کا زور تھا جس میں استعارے تشبیہات۔ مجاز۔ مجاز مرسل سب کا بھی موجود ہے حضور صلعم کی فصاحت پہ وہ شاہد کا کام کر رہا ہے۔ قارئین کرام! شاہد کو شاہد سے تعلق ہے اور گہرا ربط ہے چونکہ حضور کی ذات بابرکات جامع الکلم تھی اس لئے امام صاحب نے بوصیری کے وجود سے نہ صرف عشق و محبت کی خوشبو پائی بلکہ فصاحت و بلاغت کے سمندر بھی لٹا اپ لئے۔ جن کو طے کرنے کے بعد اس کے عشق وہوا۔ صباہت اور جنون اور سوز و گداز کی طرف توجہ کرسکتا ہے۔ اس لئے اس موجودہ شعر میں پہلے ہم حل لغات اور ترکیب کو مؤخر کرتے ہیں اور اس کا ترجمہ پہلے سامعین و قارئین کے آگے پیش کرتے ہیں۔

(ب جز ترجمہ) بزبان اردو

اے بوصیری۔ خبردار۔ کس طرح تو اس عشق و محبت کا انکار کرسکتا ہے جبکہ تیرے اوپر دو عادل عینی ذاتی وجودی گواہ گذرے اور ایسے گذرے کہ تو ان پر جرح نہ کر سکا۔ پھر جج عدالت عالیہ نے تیرے انکار کے برخلاف ڈگری دائر کر دی اور وہ جج ایک ایسا قاضی ہے کہ جس کے حکم کی نہ قضا۔ نہ التوا۔ یہ خلاف ثابت ہے۔ پھر اس نے تیرے مقدس رخساروں کے صحیفے پر اپنے سلطانی کاتب سے محبت و عشق کا منشور دو خطوں میں لکھ دیا ایک سرخ اور ایک زرد پس اب جو کوئی تجھے دیکھتا ہے تو تیرے رخساروں کے صحیفہ سے محبت کی آیت کو پڑھتا ہے۔ پس اے بوصیری تیرا انکار اب اس موقع میں ہے۔ (لا یسمن ولا یغنی من جوع) یعنی تجھے مفید نہیں ہے۔

ج جز۔ حل لغات اور ترکیب معاً

(۱) اثبت۔ ثابت کر دیا۔ یہ لفظ انکار کی ضد ہے ثابت کرنا دو طرح سے ہے ایک زبان سے ایک تحریر اور خط سے یہاں خط سے مراد ہے

(۲) الوجید۔ وجد کا معنی۔ اصطلاح عارفانہ ہے اخزان جلیہ و حالات عشقیہ ہے۔

(۳) خطَّیَ: اصل میں خطین تھا۔ تثنیہ تھا اس کا نون اس لئے ساقط ہوا کہ ساقط کے لفظ عبرہ پر مضاف ہے۔ واذا اضیف سقط النون۔ نون تثنیہ مضاف سے گر جاتا ہے۔ خط کے مفہوم کے متعلق تین مذہب ہیں۔ ایک تو خط وہ خط ہے۔ جو حروف ہجا سے الفاظ کی تصویر کھینچتا ہے۔ یہ عرفی خط ہے۔ دوسرا خط علمی ہے۔ جو فقط طول رکھتا ہو۔ تیسری قسم علماء ہندسہ کی ایجاد ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خط۔ نقطوں کے ملانے سے بنتا ہے۔ نقاط ایسے ہوں کہ نہ ان کا عمق۔ نہ ان کا طول۔ نہ اس کا عرض۔ صرف نشانات ہوتے ہیں تو اب جب ان کے ملانے سے خط بنا تو خط کا صرف طول رہ گیا۔ عمق اور عرض نہ پہلے تھے نہ اب موجود۔

عَبْرَۃ۔ وہ آنسو جو رخسارے پر جاری ہو جائیں۔

ضَنیً۔ اس کا لفظی معنی کمزوری اور دُبلاپن۔ یہاں یہ تقدیراً مجرور واقع ہُوا ہے۔ کیونکہ اس کا معطوف الیہ خود جو عبرۃ ہے مجرور ہے۔ اور وہ اس لئے مجرور ہے کہ خطین کا مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے تو اس کا معطوف بھی مجرور ہُوا۔

مثل: ۔ کا معنی مثال یہاں مراد بنا ہے۔ اے مخاطب یا اے امام بوصیری تیرے چہرے پر کاتب عشق و حزن نے زرد پھول کی تصویر بنا دی ہے۔ مثل بمعنیٰ جعل ہے بقول علامہ خرپوتی شارح بردہ علیہ الرحمۃ ترکیب میں یہ منصوب ہے کیونکہ یا تو حال ہے یا اثبت کا دوسرا مفعول ہے۔

بھار: ۔ لغوی معنی گلاب کا زرد پھول جو موسم بہار میں اُگتا ہے۔ اس کا وزن بہار ہے۔ اس کو عاشق زار کے زرد چہرے سے اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ اس کا رنگ زرد ہے اور اس سے گلاب کی خوشبو آتی ہے۔ اس کا قیام ربیع کے شروع سے جو ہوا تو تھوڑی مدت ہے۔ تنبیہ۔ ایک شارح بردہ اللہ تعالیٰ اس کی روح پر ہزار ہا رحمتیں نازل فرمائے۔ فرماتے ہیں کہ اس مقام پر ایک تنبیہ ہے۔ اس پھول کو جو عاشق زار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے تشبیہ دی گئی ہے یا اس کے چہرے کے کچھ حصے کو جہاں زرد رنگ کو مشبہ بہ بنایا اور جسم و جرم کو نہیں۔ یہ کیوں۔ وجہ یہ ہے کہ عاشق روئے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم جو اس کا عاشق ہوا تو اس عاشق کا نحیف اور گھلنے والا جسم گلاب کے پھول کے جسم سے بدرجہا افضل ہے۔ اور تشبیہ جسم گلاب سے کیونکر ہو جبکہ مشبہ بھی اپنی صفت مشترک میں مشبہ سے اقویٰ ہوتا ہے۔ جیسے زید شیر ہے۔ تو شجاعت میں شیر زید سے بدرجہا اقویٰ ہے۔ اسی طرح گلاب کا پھول جب مشبہ سے بنا تو عاشق رخ انور سید عالم مشبہ بنا۔ تو معاذ اللہ یہ گستاخی ہے کہ اس کے چہرے کی زردی کو چھوڑ کر تمام جسم کو اس کے جسم سے کمتر خیال کرنا پڑے۔ یہ نکتہ معارف اور حقائق سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن تحریر میں سبقت ہے گیا۔

علیٰ خدّ یک: ۔ تیرے دونوں رخساروں کے اوپر۔ یہ متعلق حال کے ہے جو کہ یہاں مقدر ہے یعنی عبارت یوں ہوگی۔ علیٰ حالِ خدّیک۔

عنم۔ ایک درخت ہے جس کی شاخیں نرم ہوتی ہیں لیکن بالخاصہ رنگ سرخ ہوتا ہے۔ شکل انگلی کے پوروں کی طرح ہوتی ہے۔ عرب میں درخت حنا بالکل اسی طرح ہے۔ یہاں بھی مماثلت صرف رنگ سے ہے۔ فقط جسم درخت سے نہیں ہے۔

جُز (د) نکات

متعلقہ بلاغت و بیان و فصاحتِ الفاظ و بدائع و صنائع۔ سابقہ بیت کی طرح یہ بیت بھی بلاغت سے پُر ہے۔ کلام میں بیان کا زور اسی قدر ہے جتنا کہ اس کے عشق و سوز و گداز میں ہے۔ چنانچہ اثبت الوجد کو سمجھے گا۔ (باقی آئندہ)

بدل اشتراک "الحق" پشاور

سالانہ .... ۲۰ روپے

ششماہی .... ۱۰ روپے

جوہری غذائیت سے بھرپور

میدہ اور سوجی

ہم عوام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں

یونیورسل فلور ملز لمیٹڈ

گل بہار کالونی۔ جی۔ ٹی روڈ پشاور

فون نمبر: ۴۰۴۰ ۳۲۱۵

چیئرمین: صلاح الدین خان

مقامِ اہلِ بیت

حضرت علامہ
سید محمد زکریا شاہ صاحب
بنوری مدظلہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ الکریم۔ اما بعد! آج کل مقام اہل بیت خیر الانام کو لوگ کلیۃً فراموش کر چکے ہیں اور ان کے اس جلیل القدر رتبے سے منحرف ہو چکے ہیں۔ جو کہ اللہ جل جلالہٗ نے ان کو اپنی بارگاہ عزت سے عطا کیا تھا۔ یہ ضروری سمجھا گیا کہ سلف صالحین کے اس وتیرہ اور صحابہ کرام کی اس پرانی سنت کو زندہ کرنے کے لئے ایک مبسوط مضمون لکھا جائے۔ اور بدیہ ناظرین کیا جائے۔ تاکہ عوام الناس اس مصباح ہدایت سے کام لے کر اپنے ایمان کو اس کے انوار تجلیات سے منور کریں۔

اس بارے میں ایک قلمی بیاض موسوم بہ "مطالع الانوار فی فضائل اہل بیت النبی المختار" نظر سے گذرا جو کہ نہایت معقول طریق اور مدلل اصول پر لکھا گیا ہے۔ مصنف نے اس میں اپنی رائے کو بالکل دخل نہیں دیا۔ بلکہ تمام احادیث صحیحہ اور روایات مستند کا ترجمہ کر دیا ہے۔ احادیث کی تشریح بھی خود نہیں فرمائی۔ بلکہ مشاہیر علمائے امت کی تشریح پیش کر دی ہے۔ پھر ایک بحث پر معقول پیرایہ میں صوفیائے کرام کے مسلک کو ثابت نیز یہ بتایا ہے کہ

بے حب اہل بیت عبادت حرام ہے

یہ تصنیف علامہ حضرت سید زکریا بن سید مزمل شاہ بن سید میر احمد شاہ بنوری حنفی پشاوری کی ہے۔ اور ان سے اجازت لے کر ان کی کتاب کے چوتھے مطلع کا ترجمہ کر دیا ہے۔ امید ہے کہ خالی الذہن اصحاب کے لئے اس ضمن میں کافی وشافی ثابت ہوگا۔

ان کی اصل کتاب عربی میں ہے جس میں مشکل مقامات کی تشریح جگہ بجگہ کر دی گئی ہے۔ اس مختصر رسالہ کو پانچ بابوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پڑھنے والوں کو عمل کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین

قرآن حکیم میں ارشادات باری مندرجہ ذیل ہیں :-

قل لآ اسئلکم علیہ اجراً الاّ المودّۃ فی القربیٰ ومن یقترف حسنۃ نزدلہٗ فیہا حسناً ہ

وقولہٗ، وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہٖ ویعفو عن السیّات ویعلم ما تفعلون۔

آیۂ مبارکہ کا لفظی اردو ترجمہ۔

فرما دیجئے کہ اے محبوب کہ میں اپنی اس تبلیغ کا سوائے اس کے اور کوئی اجر نہیں مانگتا ہوں کہ تم میرا اہل بیت سے محبت کرو۔ اور جو کوئی نیکی کرتا ہے۔ ہم اس کے لئے اس میں اور بھی خوبی بڑھا دیتے ہیں۔

لفظ القربیٰ کی تشریح اور مفہوم

قربیٰ مصدر ہے اور اس کا معنیٰ رشتہ داری ہے۔ اس جگہ از روئے علم نحو مضاف محذوف ہے جو کہ (ذوی) ہے۔ یعنی اصل میں یوں تھا "ذوی القربیٰ" یعنی اقربا۔

لفظ فی کی تشریح اور مفہوم

حق تعالیٰ جل شانہ نے فی القربیٰ فرمایا اور للقربیٰ فرمایا لام کی جگہ فی کیوں لایا گیا؟ حالانکہ لام بظاہر زیادہ مناسب معلوم ہوتا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ فی ظرف ہے اور ظرف مبالغہ اور تاکید کے لئے بھی آتا ہے۔ پس اب معنی یہ ہوئے کہ اے محبوب آپ ان کو فرما دیجئے گا کہ میں آپ سے تبلیغ کا اجر نہیں مانگتا ہوں۔ مگر بات یہ ہے کہ تم میرے اہل بیت سے محبت کرو اور یہ کام تاکیداً اور لازماً زیر عمل لاؤ۔ جواب واضح ہوگیا کہ جو لطف "فی" میں ہے وہ "لام" میں نہیں ہے۔

حضرت علامہ امام سیوطی نے درمنثور میں علامہ فخر رازی اور علامہ نیشاپوری اور صاحب خازن وغیرہم نے اپنی اپنی تصانیف میں اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے یہ نقل کی ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لما نزلت قالوا یارسول اللہ من قرابتک ھٰؤلاء الذین وجبت علینا مودتہم قال علی وفاطمۃ وولدھما۔

ترجمہ: جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور سے سوال کیا گیا کہ آپ واضح فرما دیجئے گا کہ یہ آپ کے کونسے رشتہ دار ہیں۔ جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ علی کرم اللہ وجہہ اور فاطمہ اور ان دونوں سے جو اولاد ہو۔ مفسرین کا ایک جم غفیر اسی مفہوم پر قائم ہے۔

دوسری حدیث شریف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن انصار نے یہ کہا کہ ہم نے کہا اور کیا اور کر کے دکھایا گویا کہ وہ اپنے عمل پر فخر کر رہے تھے۔

پھر حضرت عباس نے فرمایا کہ ہماری بزرگی اور فضیلت تم لوگوں پر ثابت ہے۔ پھر یہ خبر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی پس حضور بہ نفس نفیس ان کی مجلس میں تشریف لائے اور فرمانے لگے۔ "اے انصار کے گروہ مجھ کو یہ بتاؤ کہ کیا تم ذلیل نہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے محض میرے ورود سے اور میرے طفیل سے تم کو عزت دی۔" تو انصار نے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ بالکل درست ہے لیکن آپ نے پھر سوال کیا کہ کیا تم مجھ کو اس کا جواب نہیں دیتے ہو تو انصار نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ہم کیا کہیں۔

آپ نے فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں کہتے ہو کہ اے نبی کیا آپ کی قوم نے آپ کو مکہ سے نہیں نکالا اور کیا ہمارے سوا کوئی اور پناہ دینے والا تھا۔

(۲) کیا انہوں نے آپ کو نہیں جھٹلایا اور ہم نے تصدیق نہیں کی۔

(۳) کیا انہوں نے آپ کو معاذ اللہ رسوا نہ کیا اور کیا ہم نے آپ کی مدد نہیں کی۔

حضور پرنور ایسے سوالات ان پر کرتے گئے۔ حتیٰ کہ از روئے شرم ان کے سر جھک گئے اور وہ دو زانو بیٹھ گئے دست بستہ کہنے لگے۔"

ہمارے مال اور جو کچھ ہمارے پاس یا ہمارے قبضہ میں ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کی ملکیت ہے۔ اسی پر یہ آیۂ مبارکہ نازل ہوئی قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔

تیسری حدیث شریف در بارہ مفہوم قسمِ بی

حضرت طاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس سے سوال کیا گیا کہ قربیٰ سے صاف صاف مراد کیا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ قربیٰ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

چوتھی حدیث

حضرت ابو اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے عمرو بن شعیب سے اس آیت کا معنے پوچھا قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ تو انہوں نے فرمایا کہ قربیٰ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابتدار ہیں۔

(نوٹ :- قرابتدار کا مفہوم اوپر واضح کیا جا چکا ہے)

پانچویں حدیث

حضرت ابو العالیہ، حضرت سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ الا المودۃ فی القربیٰ سے مراد حضور کے قرابتدار ہیں۔

امام مقبر نزی فرماتے ہیں کہ مفسرین کی ایک بڑی بھاری جماعت نے اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر اس طرح کر دی ہے۔

قل لمن اتبعک من المومنین لا اسئلکم علی ما جئتکم بہ اجراً الا ان تودوا قرابتی۔ اے محبوب آپ اپنے تابعین مومنین سے فرما دیجئے گا کہ جو کچھ میں اللہ کریم سے ہدایت لایا ہوں اس پر آپ سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا سوائے اس کے کہ آپ میرے رشتہ داروں سے محبت کریں۔

قربیٰ کے مفہوم پر ایک علمی بحث

ہر چند لفظ قربیٰ عام ہے لیکن اس سے مراد خاص ہے۔ کیونکہ اس مراد خاص پر مندرجہ بالا احادیث شامل ہیں اور آگے چل کر اس ذکر کو تفصیل سے بیان کیا جا رہا ہے پس قرائن موجود ہیں اور قرائن بھی احادیث کے۔ تو اب کس طرح اس قرینہ کو رد کر کے عام مراد لی جا سکتی ہے۔ جبکہ اس ذات اقدس نے جس پر قرآن نازل ہوا اور جو عربی علوم میں سب سے زیادہ جاننے والا تھا۔ جس کا مبداء فیوض خود ذات باری ہے۔ خود معنیٰ (خاص) کر دیا۔ یعنی میرے رشتہ دار مراد ہیں۔ جو کہ علی اور فاطمہ اور ان کی اولاد ہیں۔ اس خاص نے قرابت کے عام مفہوم کو بند کر دیا۔

ایک منطقی دلیل

خاص کو عام کے معنے میں درج کر دیا۔ یہ تو عین نقصان ہے۔ کیونکہ خاص عام کے تحت ہوتا ہے اور کبھی کبھی لفظ سبب سے عام ہوتا ہے۔ لیکن وہ ظاہر اور بین ہوتا ہے۔ اور اس سے مراد خاص ہوتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالےٰ کے حبیب لبیب نے آیۂ کریمہ لم یلبسوا ایمانھم بظلم میں ظلم کا معنیٰ شرک سے کیا ہے۔ اور اس کا قرینہ یہ ہے ان الشرک لظلم عظیم تو ظلم عام تھا۔ لیکن شرک خاص ہے۔ پس عام کا معنیٰ خاص سے ہو گیا۔

لفظ عام تھا لیکن اس کی مراد ظاہر تھی پس اب جبکہ قرینہ موجود ہے۔ یہی مرادی معنے لیا جائے گا۔ اور کوئی اور معنیٰ نہ لیا جائے گا۔

پھر قوی دلیل یہ ہے اور عام کو تو خاص کر دیا کیونکہ خاص اس میں شامل تھا لیکن خاص کو کس طرح عام کر سکتے ہیں۔

ان دلائل نقلیہ و عقلیہ سے ثابت ہوا کہ یہ آیت قیامت تک حضور کی ذات پاک کے شان میں ہے اور ان کے حق میں اس کا نزول ہوا ہے۔ اور یہ انہیں پاک ہستیوں کے لئے مختص ہے۔ ایک تنبیہ کے بعد آگے سب اس کی تفصیل ہے۔

تنبیہ

اور اگر یہ کہا جائے کہ وحی کی تبلیغ پر اجر لینا۔ یا طلب

کرنا جائز نہیں۔ جیسا کہ بہت سے نبیوں کے قصص میں اللہ پاک فرماتے ہیں کہ آپ ان کو واضح کر دیں۔ کہ میں اپنی تبلیغ کا اجر نہیں مانگتا ہوں۔ اور ہمارے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو ان سب سے افضل ہیں تو وہ تو کسی صورت میں بھی رسالت اور تبلیغ کا اجر طلب نہیں کر سکتے۔ اور خود قرآنی آیت سے اس بات کی تشریح ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو طلب اجر کی نفی سے یاد فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ اے محبوب فرما دیجئے کہ میں اس پر اجر طلب نہیں کرتا ہوں اور نہ ہی میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں

قل ما اسئلکم علیہ من اجر و ما انا من المتکلفین

اور تبلیغ حضور پر واجب تھی

بلّغ ما انزل الیک من ربک۔

(ترجمہ) جو آپ پر بذریعہ وحی احکام نازل ہوئے ہیں۔ ان کی تبلیغ کر دیں۔ اصول یہ ہے کہ ادائے واجب پر طلب اجر مناسب نہیں ہے۔ اسی طرح رسالت کے مقابلہ میں اجرت کا طلب کرنا مناسب نہیں ہے۔ تبلیغ اور رسالت سب سے اعلیٰ اور اشرف متاع ہیں۔ اور اجر کا طلب کرنا ارذل ہے۔ اشرف کی قیمت ارذل کس طرح ادا کر سکتا ہے۔ نیز اجر کا طلب کرنا ایک تہمت ہے۔

پس ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اجر طلب کرنا جائز نہ تھا۔ اور اس جگہ اجر کے قائم مقام ایک چیز ذکر کی گئی ہے۔ جو کہ حضور کے قرابتداروں کے ساتھ محبت کرنا ہے اس کا جواب مندرجہ ذیل ہے۔ اپنے قرابتداروں یعنی حضور کے قرابتداروں کے لئے حضور کا مودت طلب کرنا کوئی اجر نہیں ہے۔ کیونکہ اسلامی اخوت بذات خود واجب ہے۔ مسلمان کو چاہیئے کہ دوسرے مسلمان کے ساتھ باہمی محبت کا رشتہ برقرار رکھے۔ کیا یہ حکم اس آیت سے ثابت نہیں ہو رہا۔ والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض اور حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں۔

المومنون کالبنیان یشد بعضہ بعضا۔

ترجمہ:۔ اور مسلمانوں کی مثال ایک دیوار کی طرح ہے جس کے بعض اجزاء بعض اجزاء کے لئے سہارا ہیں۔ اور جب بعض مسلمانوں پر بعض کی محبت واجب ہے تو حضور کے ساتھ اور ان کے اہل بیت کے ساتھ محبت تو اولیٰ طریق پر ثابت ہو جاتی ہے۔

ایک صرفی و نحوی نکتہ

الّا کا لفظ جو اس آیۃ میں وارد ہوا ہے وہ بذات خود کافی و شافی جواب ہے۔ الّا کا معنی (سوائے اس کے ہے) اس کو عربی میں حرف استثنا کہتے ہیں۔

استثنا دو قسم کا ہوتا ہے ایک متصل اور دوسرا منقطع متصل وہ ہوتا ہے جبکہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو اور منقطع وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو۔ یہ حرف استثنا اس جگہ منقطع ہے۔ یعنی اس کا مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں ہے پس جب اس کی جنس سے نہیں ہوا تو اجرت ہوا۔ نہ طلب اجرت مودۃ فی القربیٰ کچھ اور شئے ہے۔ اس جگہ تک آیۂ مبارکہ کا ترجمہ اور تشریح دونوں مکمل ہو گئے اب الا المودۃ فی القربیٰ کی تشریح پر غور فرمائیے گا۔

خطیب اور خازن میں اس کی تفسیر یوں وارد ہوئی ہے ای لکن اسئلکم المودۃ فی القربیٰ (ترجمہ) لاکن میں تم لوگوں سے اپنے اہل بیت کی محبت کا سوال کرتا ہوں۔

علامہ زمخشری نے اپنی تفسیر کشاف میں اس آیت کے تحت ایک لمبی حدیث نقل کی ہے۔ اور امام فخر رازی نے ان سے

یہی حدیث اپنی تفسیر کبیر میں نقل کی ہے۔ اور وہ مندرجہ ذیل ہے۔ (حدیث نمبر ۶)

(۱) جو آلِ محمدؐ کی محبت میں مر گیا۔ وہ شہید مرا۔

(۲) خبردار ہو جاؤ کہ جو شخص حبِ آلِ محمدؐ پر فوت ہوا اس کے گناہ سب بخشے گا۔

(۳) یاد رکھو جو حبِ آلِ محمدؐ پر ختم ہوا۔ وہ گویا تائب ہو کر مرا۔

(۴) یاد رکھنا جس کا خاتمہ حبِ آلِ محمدؐ پر ہوا وہ اس حال میں مرا کہ مومن تھا اور کامل الایمان تھا۔

(۵) پھر جو حبِ آلِ محمدؐ پر فوت ہوا اس کو ملک الموت اور پھر منکر نکیر نے جنت کی خوشخبری دی۔

(۶) خبردار ہو جاؤ۔ جو شخص حبِ آلِ محمدؐ پر مر گیا۔ وہ جنت سے اس طرح داخل ہوا۔ جس طرح دلہن اپنے خاوند کے گھر ساتھ داخل ہوتی ہے۔

(۷) جو حبِ آلِ محمدؐ پر مرا۔ تو قبر میں اس کے لئے دو دروازے جنت کی طرف کھل جائینگے۔

(۸) خبردار ہو جاؤ کہ جو حبِ آلِ محمدؐ پر مرا۔ وہ اہلِ سنت والجماعت ہے۔

(۹) لیکن یاد رکھو کہ جو آلِ محمدؐ کے ساتھ بغض لیکر دنیا سے رخصت ہوا۔ تو جب قیامت کے دن اللہ کریم کے پیش ہوگا۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا ہوگا۔ آئسُ مِن رحمتِ اللّٰہ ط یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہوا۔

(۱۰) خبردار ہو جاؤ کہ جو شخص بغضِ آلِ محمدؐ پر مر جائے۔ وہ کافر ہو کر مرا۔

(۱۱) اور پھر یہ بھی یاد رکھو کہ جو شخص اس حالت میں مر گیا کہ آلِ محمدؐ کے ساتھ بغض رکھ گیا۔ وہ کبھی بھی جنت کی بو نہ سونگھے گا۔ یعنی ہمیشہ جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا۔ (تفسیر کبیر جلد ساتویں ص ۴۰۶)

امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کو جریر بن عبداللہ البجلی سے نقل کیا ہے۔ پھر علامہ صاوی نے بھی یہ حدیث لی ہے اور اپنی شرح میں درج کی ہے۔ جو کہ جلالین کی شرح ہے اور جلالین مشہور درسی تفسیر ہے۔

امام فخر رازی فرماتے ہیں کہ آل سے مراد سب سے پہلے اور سب سے زیادہ قرابتدار ہیں۔ پس جن کا رشتہ حضورؐ سے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ وہی آل کہلائیں گے۔ اور کیا اس میں کوئی شک ہے کہ حضرت فاطمہ، علی، حسن، حسین از روئے تعلق حضرت نبی کریمؐ کے اقرب ہیں، اور ان کے تعلقات حضورؐ سے باقی تمام امت سے زیادہ ہیں۔ اور یہ قرابت اور یہ تعلق اس طرح معلوم ہے اور مشہور ہے جس طرح کہ احادیث متواترہ ہر ایک کو معلوم ہوتی ہیں۔ پس واجبی طور پر حضورؐ کی آل یہی حضرات ہو سکتے ہیں۔

اگرچہ بعض نے آل کے لفظ کے مفہوم میں اختلاف کیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ آل حضورؐ کے رشتہ دار ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ آل امت ہے۔ اس اختلاف کا حل بہت ہی آسان ہے اور یہ کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔ مختلف علماء کے اقوال کی تطبیق کی جاتی ہے۔

اگر حضورؐ کے رشتہ دار مراد ہیں تو بھی یہ حضرات یعنی علی، حسن حسین، فاطمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آل بن سکتے ہیں اور اگر مراد امت ہے تو وہ بھی یہ پاک ہستیاں ہیں۔ جنہوں نے حضورؐ کی دعوت پر لبیک کہا تو اس لحاظ سے بھی یہ آل ہو سکتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تمام تقدیرات پر یہ آل بن سکتے ہیں۔ اب اس میں تو اختلاف نہ رہا۔ کہ یہ مقدس ہستیاں آل بن سکتی ہیں لیکن ان کے علاوہ کیا اور بھی کوئی آل بن سکتا ہے یا نہ۔ یہ امر مختلف فیہ ہے۔ تو متفق امر کو چھوڑ کر

مخلف فیہ کا قبول کرنا یہ بھی مقتضائے عقل نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۷

صاحب کشاف نے اپنی تفسیر میں ایک حدیث رقم کی ہے۔

روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور سے سوال کیا گیا کہ یہ لوگ آپ کے رشتہ داروں میں سے کون ہے ہیں جن کے ساتھ محبت کرنا ہمارا واجب کیا گیا۔

فرمایا علی، فاطمہ، حسن اور حسین ہیں۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ یہ چار ہستیاں حضور سے قرابت کا تعلق رکھتی ہیں اور جب اس قدر ثابت ہو گیا تو ہم پر ان کی مخصوص تعظیم واجب ہو گئی اور یہ ایسی تعظیم کے لئے مخصوص ہو گئے۔ اس کے لئے بھی چند وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ تو اللہ تعالیٰ کا یہی قول ہے۔ الا المودۃ فی القربیٰ

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں شک نہ رہا کہ حضور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ بہت انس اور الفت رکھتے تھے۔ کیونکہ حضور نے فرمایا کہ فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جو چیز اس کو دکھاتی ہے وہ مجھے بھی دکھاتی ہے۔

حدیث نمبر ۸

فاطمۃ بضعۃ منی۔ یؤذینی ما یؤذیھا

پھر احادیث سے جو کہ حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں ثابت ہے کہ حضور خود فرماتے ہیں کہ میں علی، حسن اور حسین سے محبت کرتا ہوں۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو امت پر واجب ہو گیا کہ وہ الفاظ سید المرسلین کو سر اور آنکھوں پر رکھیں۔ اور عمل کریں۔ کیونکہ مندرجہ ذیل چار آیات مبارک سے ثابت ہے کہ امت پر اپنے نبی کی اتباع لازمی ہے۔

(۱) واتبعوہ لعلکم تھتدون۔ اگر تم ہدایت حاصل چاہو تو میری تابعداری کرو۔

(۲) فلیحذر الذین یخالفون عن امرہٖ۔ جو اس کے امر سے مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیئے۔

(۳) ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ فرما دیجئے ان کو کہ اگر اللہ کی محبت چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم کو محبوب گردان دے گا۔

(۴) لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ اے امت محمدیہ! رسول اللہ کی سیرت تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ یہ دو باعث ہو گئے۔

تیسرا باعث یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آل نبی کے لئے دعا کرنا منصب عظیم ٹھہرایا ہے۔ اور اسی لئے اس آل نبی کے لئے دعا کو نماز میں تشہد کے خاتمہ پر رکھ دیا۔ سبحان اللہ نماز تب ہی ختم ہو گی کہ آل نبی کے لئے دعا ہو جائے۔ کیا تم نماز میں سب یہ پڑھا نہیں کرتے۔ اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد۔

کیا یہ تعظیم اور یہ مرتبہ بجز آل رسول کسی اور کو ملا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ صرف آل نبی ہی کی شان ہے۔ یہ سب کچھ اس امر کی دلیل ہے کہ حب آل ہر ایک مسلم پر واجب ہے۔

امام رازی کا کلام تو اس جگہ ختم ہوا اور شیخ امام جلال الدین سیوطی بھی اپنی تصنیف اکلیل میں فرماتے ہیں کہ آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ میں حضور کے قرابتداروں کے ساتھ محبت کے وجوب کی طرف اشارہ ہے۔

روایت نمبر ۹

حضرت علی ابن حسین رضی اللہ عنہ نے ایک شامی سے پوچھا کہ کیا تم نے قرآن کریم پڑھا ہے اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر پوچھا اس میں تم نے یہ آیہ مبارکہ پڑھی تھی۔

قل لا اسئلکم علیہ .... الی آخر آیۃ

تو اس نے عرض کی کہ کیا یہ لوگ تم ہو۔ جو حضور کے قرابتدار ہو۔ اور جن کی محبت ہم پر واجب ہے۔ حضور نے جواب دیا کہ نعم (ہاں)، یعنی ہم ہی تو ہیں۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۲۵ ص ۱۶ اور تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۷)

اس ضمن میں ایک حدیث شریف صحیح مسلم میں وارد ہے کہ حضور فرماتے ہیں کہ اے میری امت! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان کو محکم پکڑے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ وعترتی۔

حدیث نمبر ۱۰

ایک قرآن حکیم دوم میری آل۔ یہ حدیث صحیح ہے اور دوسری کتب احادیث میں بھی وارد ہے۔ طوالت کے خوف سے حدیث کے الفاظ چھوڑ دیئے گئے ہیں اور ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ جو لوگ اور جو حضرات آل سے مراد امت لیتے ہیں۔ ان کو تدبر کرنا چاہیئے۔ کہ اگر آل سے مراد امت ہو تو تمام امت کے ساتھ تمسک ثابت ہو گا۔ اور امت تمام جمع کا صیغہ ہے۔ حالانکہ جس کو محکم پکڑنے یا تمسک کے لئے فرمایا گیا ہے وہ چیز واحد ہے۔ تو واحد کی جگہ جمع کو کھڑا دینا باطل ہے۔

روایت نمبر ۱۱

قال الشیخ یوسف بن اسماعیل النبہانی فی الشرف المؤبد لآل محمد عن السدی عن ابی دیلم قال لما جیئ بعلی ابن الحسین رض اسیراً واقیم علی درج دمشق قام رجل من اہلہا۔ فقال الحمد للہ الذی قتلکم واستاصلکم وقطع قرن الفتنۃ فقال لہ علی رض اقرأت القرآن قال نعم قال اقرأت آل حٰم قال قرأت قال ما قرأت

قل لا اسئلکم علیہ اجراً ..... الخ الا المودۃ فی القربیٰ

(ترجمہ) یوسف بن اسماعیل نبہانی کی کتاب شرف المؤبد لآل محمد میں روایت کو اس طرح لائے ہیں کہ سدی نے ابن دیلم سے روایت کیا! وہ فرماتے ہیں کہ جب علی بن حسین قید ہو کر پیش ہوئے اور دمشق لائے گئے۔ تو دمشقیوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور یوں مخاطب ہوا "معاذ اللہ۔ معاذ اللہ" وہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے آپ کے والد کو قتل کیا اور تمہاری بیخ کنی کی۔ اور اس طرح فتنہ کی جڑ کو اکھاڑ دیا۔

حضرت زین العابدین نے اس کو کہا کہ کیا تو نے قرآن پڑھا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں! پھر آپ نے فرمایا کہ تم نے اس میں یہ حروف مقطعات پڑھے ہیں۔

آل۔ حٰم۔ اس نے کہا یہ بھی پڑھے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ کیا اس میں یہ بھی پڑھا ہے قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔ اس نے کہا کہ کیا تم ہی وہ لوگ ہو جن کے بارے میں محبت کو ہم پر واجب کر دیا۔ حضرت زین العابدین نے کہا کہ ہاں ہم ہی تو ہیں۔

جب یہ روایت مطالعہ میں آئی تو معاً میرے دل میں خیال آیا کہ میں تو ایسے شخص کو مسلمان نہیں کہتا ہوں۔ اپنے ضمیر اور اپنی عقل سے سوال کیا۔ کیا ایسا شخص ایمان لایا تھا۔ جواب ملا کہ ہاں لیکن کس کے ساتھ۔ شیطان اور طاغوتی طاقتوں کے ساتھ کیونکہ ایسی بے تکی باتیں جنکو طبیب ہذیان کہتے ہیں۔ ایسے شخص سے صادر نہیں ہو سکتیں۔ جو اللہ جل جلالہٗ پر ایمان لایا ہوں۔ اور اس کے رسول کو مانتا ہے۔ اور ایسے شخص کے سینہ میں ایمان کس طرح قرار پکڑ سکتا ہے۔ جو کہ قتل اولاد رسول پر شکریہ ادا کر رہا ہے۔ اور ان کی بیخ کنی (معاذ اللہ لا خاتم بدین) پر خوش ہو رہا ہے۔

میں تو یہ خیال کرتا ہوں کہ ابوجہل جو کہ اللہ تعالیٰ اور حضور پُرنور سے عداوت رکھتا تھا۔ یہ شخص اس سے زیادہ ملحد اور عدوِ رسول و عدو اللہ ہے۔ کیونکہ یہ تو حضور کی اولاد کے حق میں نہایت ناپاک الفاظ استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کر رہا ہے۔ لیکن یہ بھی تعجب کا مقام نہیں کیونکہ ہمارے زمانے میں بھی اہلِ بیت نبیِّ مختار کے ساتھ دشمنی رکھنے والے ہیں جو اس گمراہی میں اس شخص کی نظیر ہیں۔

اس زمانہ میں بھی ایسے شخص پائے جاتے ہیں کہ جن کے سامنے اگر اہلِ بیت کی کوئی ایسی فضیلت بیان کی جائے جس سے وہ ممتاز کئے گئے ہوں۔ یا کوئی ان کی شان ایسی ذکر کی جائے جو ان کی طرف مستند ہو۔ اور اللہ جل جلالہٗ اور اس کا رسول ان کے وصاف بتائے۔ یا سلف صالحین یا علمائے امت یا اولیاء و صلحا ان کی شان بیان کریں تو وہ گُھس کر اپنا سر پیٹتے ہیں۔ ناک بھوں چڑھاتے ہیں۔ اور ترش رو ہو جاتے ہیں۔

پھر ان کے چہروں کا رنگ متغیر ہو جاتا ہے۔ وہ کڑھتے ہیں اور زبانِ حال سے کہتے ہیں کہ کاش یہ فضیلت ان کے لئے ثابت نہ ہوتی۔ (یعنی آلِ مصطفےٰ کے لئے) پھر وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کے لئے قسم قسم کی من گھڑت باتیں بناتے ہیں۔ اور موضوع احادیث پیش کرتے ہیں۔ جن میں ان کی برائی دکھاتے ہیں۔ یا تابعین و تبع تابعین کے من گھڑت اقوال پیش کرتے ہیں۔ ان کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ ان کی تنقیصِ شان کریں۔ لیکن اللہ تعالےٰ اپنے نور کو تمام کرتا ہے۔ اگرچہ کافر یہ نہ چاہیں۔ واللہ متم نورہٖ ولو کرہ الکافرون۔

تفسیر نیشاپوری میں مندرجہ بالا آیۂ مبارکہ کے متعلق یہ ذکر ہے کہ یہ امر احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ حضور حضرت علی و حسنین اور فاطمہ سے محبت کرتے تھے۔ اور جب یہ امر اس طرح ہے تو ہم پر بھی ان کی محبت واجب ہو گئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے فاتبعوہ۔ یعنی میرے نبی محبوب کی تابعداری کرو۔ کیا آلِ رسول کے لئے یہ شرف اور یہ فخر کافی نہیں ہے کہ ان کے مبارک ذکر سے التحیات میں نماز کو ختم کیا۔ اور پھر ہر ایک نماز میں ان پر درود بھیجا جاتا ہے۔ نماز کا خاتمہ آلِ محمد پر درود بھیجنے سے ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ نحن مرکب سفینۃ حب آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ الفاظ تفسیر نیشاپوری کے ہیں۔

(ترجمہ) ہم آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی کشتی میں سوار ہوئے ہیں اور مصائب و تکالیف کے سمندر کو اس کے ذریعے عبور کر کے ساحلِ مراد پر پہنچ سکتے ہیں۔

روایت نمبر ۱۲

(الحدیث الشریف) امام بغوی اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ جب یہ آیت قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ نازل ہوئی تو امت کے بعض افراد کے دلوں میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ہم کو اپنے رشتہ داروں کی محبت کے لئے ابھاریں۔

پھر جبرئیل علیہ السلام نے حضور کو اس بات سے مطلع کر دیا اور کہا کہ آپ کی قوم نے آپ پر یہ تہمت لگائی ہے تو اس کے بعد دوسری آیت نازل ہوئی۔

ام یقولون افتریٰ علی اللہ کذباً (ترجمہ) کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم نے اللہ جل جلالہٗ پر افترا باندھا ہے تو پھر ان لوگوں نے جن کے دل میں یہ وسوسہ گذرا تھا عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صادق ہیں۔ اور ہم اب کسی قسم کا شک

نہیں کرتے۔ تو پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

ھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ (ترجمہ) وہ ذات پاک یعنی اللہ جل جلالہٗ اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے معلوم ہوا کہ یہ آیت خاص کر آپ کی آل کے بارے میں کیونکہ یہ مربوط کلام ہے۔ اور تینوں آیات جو اوپر بیان کی گئی ہیں متصل وارد ہوئی ہیں جس قوم نے یہ شک کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا اور پھر وہ تائب ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا۔ اور توبہ قبول کی۔ اگر قربیٰ کے معنی امت ہوتا تو یہاں تک نوبت نہ پہنچتی۔

روایت نمبر ۱۳

حضرت ابن طفیل سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی ثنا کی اور تحمید کی۔ اور وعظ کو اس کلام پر ختم کیا۔

جس نے مجھ کو پہچانا تحقیق وہ مجھ کو خوب جانتا ہے اور جس نے مجھ کو نہیں پہچانا تو میں کہتا ہوں کہ میں حسن ہوں اور سرکار دو جہاں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا ہوں۔ پھر قرآن کریم کو ہاتھ میں لیا۔ اور کہا کہ میں اس نبی کا بیٹا ہوں جو بشارت دینے والا تھا۔ جو ڈرانے والا تھا۔ جس نے اللہ سے نبوت کا تاج پایا تھا۔ جو اللہ کے حکم سے اس کے راستہ کی طرف دعوت دینے والا تھا۔ جو سراج منیرا تھا۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا۔ میں اس گھرانے کا چشم و چراغ ہوں جس کے حق میں آیۂ تطہیر اتری تھی۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (آیہ تطہیر آغاز سیپارہ ۲۲) آخر میں کہا کہ میں اس گھرانے کا فرد ہوں جس کے ساتھ محبت اور دوستی کرنا اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرض کر دی۔ اور جس کے حق میں یہ آیت پاک اتری قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔ اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں اور کبیر میں ذرا اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

روایت نمبر ۱۴

ایک اور روایت میں اس طرح مطالعہ سے گذرا ہے

انا من اھل البیت الذین افترض اللہ مودتھم علی کل مسلم و انزل فیھم۔ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔ ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسنا ط

(ترجمہ) میں اس اہل بیت سے ہوں جن کے ساتھ محبت کرنا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ اور جن کے لئے یہ آیت مندرجہ بالا نازل ہوئی۔

آیۂ پاک کے آخر میں اقتراف حسنہ کا ذکر ہے لفظی ترجمہ یہ ہے۔

اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس کے لئے اس میں اور بھی خوبی بڑھا دیں گے۔ اس جگہ نیکی سے مراد اہل بیت کی محبت ہے امام حسن نے خود تشریح فرما دی کہ حسنۃ ہماری محبت ہے جو کہ آل نبی یا اہل بیت کہلانے کے مستحق ہیں۔

روایت نمبر ۱۵

حضرت سدی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جو کوئی نیکی کرے گا مراد اس جگہ یہ ہے کہ جو کوئی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرے گا۔ اگرچہ ظاہر حسنۃ کا لفظ عام ہے یعنی جو نیکی کسی قسم کی کرے۔ لیکن امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کلام ماقبل میں مودت ذی القربیٰ کا ذکر ہے۔ یعنی اہل بیت کے ساتھ محبت

کرنا مذکور ہے۔ اور اہل بیت کے ساتھ محبت بذات خود نیکی ہے اس لئے اولی طور پر اس جگہ حسنۃ سے مراد آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے۔

اور کلام باری کے الفاظ کی بندش سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ دنیا بھر کی تمام نیکیاں محبت آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوگئیں نتیجہ یہ نکلا کہ اگر ایک آدمی آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں رکھتا۔ تو اس کی باقی تمام نیکیاں نیکیاں نہیں کہلا سکیں یہاں پر امام بغوی کا کلام ختم ہوتا ہے۔

روایت نمبر ۱۶

علامہ نبہانی اپنی تصنیف شرف موبد میں فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ من یقترف حسنۃ سے مراد آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کرنا ہے۔

روایت نمبر ۱۷

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ اللہ تعالی سے محبت کرو جو تم سب کا رازق ہے اور میرے ساتھ محبت اس لئے کرو کہ اللہ تعالی کی محبت حاصل ہو۔ اور میرے اہل بیت سے محبت اس لئے کرو کہ میری محبت حاصل ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا سب آل محمد کی محبت ہے اور اللہ کی رضا حب محمد ہے۔

یہ حدیث طبرانی نے اوسط میں بیان کی ہے اور حسن بن علی اس کے راوی ہیں۔

روایت نمبر ۱۸

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ آل محمد کے ساتھ ایک دن محبت کرنا ایک سال کی عبادت سے اچھا ہے۔ گویا کہ آل محمد کی محبت عبادت سے تین سو ساٹھ (۳۶۰) گنا بہتر ہے۔

روایت نمبر ۱۹

حضرت ابوہریرہ حضرت نبی کریم سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا تم سب سے بہتر وہ ہے جو میرے اہل بیت سے بعد اچھا سلوک کرے۔

روایت نمبر ۲۰

طبرانی نے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ مجھے سب سے محبوب نہیں سمجھتا۔ یہاں تک کہ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ سمجھے۔ اور میری اولاد اس کو اپنی اولاد سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ اور میرے اہل بیت اس کو اپنے اہل بیت سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔

روایت نمبر ۲۱

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے اہل بیت اور ان کے ساتھ محبت کرنے والے اس طرح اکھٹے حوض کوثر پر وارد ہوں گے جس طرح ہاتھ کی دو انگلیاں۔ آپ نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کی طرف اشارہ بھی کیا۔

روایت نمبر ۲۲

حضور نے ارشاد فرمایا کہ میری محبت یعنی میرے اہل بیت کی محبت کو لازمی طور پر اختیار کرو۔ تحقیق بات یہ ہے کہ جو شخص مر جائے اور وہ قیامت کے دن اللہ جل جلالہ کے دربار میں اس حالت میں پہنچا ہو کہ وہ ہمارے اہل بیت کے ساتھ محبت رکھتا تھا۔ تو وہ ہماری شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔

حضور فرماتے ہیں کہ مجھے اس ذات بابرکات کی قسم ہے جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کہ کسی شخص کا عمل اس کو

فائدہ نہ دے گا۔ جب تک وہ میرے اور میرے اہل بیت کے حقوق کو نہ پہچانے۔

حدیث نمبر ۲۳

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی میرا وسیلہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ ایسا کام کرے جس کی وجہ سے قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کر سکوں۔ تو وہ میرے اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ اور ان کی خوشنودی حاصل کرے اس حدیث کو دیلمی نے نقل کیا ہے۔

حدیث نمبر ۲۴

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ سب سے پہلے میں اور فاطمہ اور حسنین کریم جنت میں داخل ہوں گے

حضرت علی سوال کیا کہ ہمارے ساتھ محبت رکھنے والے کب داخل جنت ہوں گے کہ وہ تمہارے عین بعد۔

حدیث نمبر ۲۵

حضرت امام احمد نے حدیث نقل کی ہے۔ کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کو ہاتھ سے پکڑا۔ اور فرمایا کہ جو شخص میرے ساتھ اور ان دونوں کے ساتھ اور ان کی والدہ ماجدہ فاطمہ زہرا کے ساتھ اور ان کے والد حضرت علی شیر خدا کے ساتھ محبت رکھے گا۔ تو وہ قیامت کے روز میرے ساتھ ایک صف میں ہوگا۔ اور معیت وایک صف میں ہونے سے مراد یہ نہیں ہے کہ رتبہ میں برابر ہوگا بلکہ یہ معیت مشابہ ہے جو کہ علیٰ حصول سعادت وانوار خوش نصیبی ہے۔ یعنی حضور رحمۃ للعالمین کے ساتھ رحمت میں ہوگا۔

حدیث نمبر ۲۶

طبرانی نے ایک بصیرت افزا حدیث نقل کی ہے اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جس شخص نے اولاد عبد المطلب میں سے کسی ایک فرد کو اپنے لئے پسند کیا۔ اور اس کی سفارش طلب کی، پھر دنیا میں وہ مراد کو نہ پہنچا۔ تو قیامت میں جب وہ مجھے ملے گا تو میں اس کا پورا پورا بدلہ دوں گا۔

حدیث نمبر ۲۷

حضور نے فرمایا کہ چار شخص ایسے ہیں کہ میں قیامت کے دن ان کی سفارش کروں گا۔

(۱) میری اولاد کی عزت کرنے والا (۲) ان کی حاجات کو پورا کرنے والا (۳) ان کی مشکلات کو دور کرنے میں کوشش کرنے والا۔ (۴) دل اور زبان سے ان کے ساتھ محبت کرنے والا۔

حدیث نمبر ۲۸

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ حسن بن علی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر ایک چیز کے لئے بنیاد ہے۔ اور اسلام کی بنیاد حضور کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور آپ کے اہل بیت کے ساتھ محبت کرنا ہے۔

حدیث نمبر ۲۹

صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ ایک دن حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے قریش کا شکوہ کیا۔ اور کہا کہ جب قریش ہم کو دیکھتے ہیں۔ تیوری چڑھاتے ہیں۔ اور جب ہم سے ملاقات کرتے ہیں تو اپنے کلام کو قطع کر دیتے ہیں۔

حضور یہ سُنکر نہایت ہی غضبناک ہو گئے حتیٰ کہ آپ کا چہرہ انار کی طرح سُرخ ہو گیا۔ اور پسینہ کے قطرے دونوں آنکھوں اور ابروؤں کے درمیان ٹپک پڑے۔ اور آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہو گا۔ جو باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اور جب میرے اہل بیت سے کسی ایک شخص کو دیکھتے ہیں تو اپنی بات کو کاٹ دیتے ہیں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ میرے اہل بیت سے میرے رشتہ کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔

حدیث نمبر ۳۰

حضور نے فرمایا کہ اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ میرے اہل بیت کے ساتھ محض اللہ اور اس کے رسول کی خاطر محبت نہ کرے۔

روایت نمبر ۳۱

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے اس ذاتِ پاک کی قسم ہے جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ جب تک کہ ایمان نہ لائیں یعنی مومن نہ ہو جائیں۔ اور مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آلِ محمد کے ساتھ خالصاً للہ و للرسول محبت نہ کریں۔ لوگو! کیا تم میری شفاعت کے حصول کی دلی طمع رکھتے ہو؟ اور اولاد عبد المطلب کیا تمہارے نزدیک اس امید سے محروم ہیں۔

روایت نمبر ۳۲

ایک دوسری روایت میں عباس کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ کبھی بھی نیکی تک نہیں پہنچ سکتے۔ جب تک کہ یہ تمہارے ساتھ محبت (خالصاً للہ اور محض میری قرابت کی وجہ سے) نہیں کریں گے۔

روایت نمبر ۳۳

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اپنے اہل بیت کو مخاطب کرتے ہوئے ایک روز فرمایا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ تمہارے ساتھ محض میری وجہ سے محبت نہ کرے۔ اے لوگو! کیا تم یہ امید رکھتے ہو کہ میری سفارش سے جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور اولاد عبد المطلب اس شفاعت کی امید سے محروم ہیں۔

روایت نمبر ۳۴

مندرجہ ذیل حدیث کے بہت سے طرق ہیں اور مختلف ذرائع سے پہنچی ہے۔ امام ابن حجر مکی اور حافظ سخاوی نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ اور دونوں نقل کرتے ہیں کہ ابولہب کی بیٹی مہاجر بن کر مدینہ منورہ پہنچی۔ بعض لوگوں نے اس کو کہا کہ تو حمالۃ الحطب کی بیٹی ہے۔ تجھ کو یہ ہجرت کام نہ دے گی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے یہ شکایت کی۔ حضور غضبناک ہو گئے۔ اور منبر پر خطبہ دیتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہو گا۔ جو کہ میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو ایذا پہنچا کر مجھے ایذا دیتے ہیں۔ خبردار ہو جاؤ جو شخص میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو دکھ پہنچائیگا تحقیق وہ مجھ کو دکھ پہنچائے گا اور جو مجھ کو دکھ پہنچائے گا۔ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو دکھ پہنچائے گا۔

اس حدیث کو ابن ابی عاصم اور طبرانی اور ابن مندہ اور بیہقی نے ملتے جلتے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ اس خاتون کا نام ایک روایت سے درّہ ثابت ہے۔ اور دوسری سے سبیعہ ثابت ہوتا ہے۔ یا تو یہ ایک ہی خاتون کے دو نام ہیں یا ایک اس کا اسم دوسرا لقب ہے۔

یا یہ دو مخلوقوں کے نام علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اور یہ قصہ پھر دونوں کی طرف راجع ہے۔

روایت نمبر ۳۵

حضور نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ وہ دوسرے اعمال سے مستغنی کر دیتی ہیں۔ یعنی ان میں بذات خود کمال موجود ہے (۱) نیک بیوی (۲) نیک اولاد (۳) لوگوں کے ساتھ حسن سلوک (۴) اپنے شہر میں حسن معیشت (۵) حب آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

روایت نمبر ۳۶

طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما سے اوسط میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام اور ارشاد یہ تھا۔ میرے بعد میرے اہل بیت کے لئے میرا خلیفہ ہو یعنی ان کی مشکلات اور ان کے حوائج میں حتیٰ نیک کرتے رہنا۔

روایت نمبر ۳۷

حضرت علی شیر خدا سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اپنی اولاد کو تین عادتیں سکھلاؤ۔ پہلی نبی کریم کی محبت' دوسری اہل بیت کی محبت۔ تیسری قرآن کی تلاوت۔

روایت نمبر ۳۸

حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تین محرکات بتلائے جس نے ان کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ نے اس کے دین اور دنیا دونوں کو محفوظ رکھا۔ اور جس نے ان کو ضائع کیا اور بے حرمتی کی اللہ تعالیٰ نے اس کو بالکل بھلا دیا اور اس کی کسی قسم کی حفاظت نہ کی۔ صحابہ کرام نے سوال کیا کہ حضور وہ کونسے محرکات ہیں آپ نے فرمایا کہ (۱) حرمت اسلام (۲) میری حرمت (۳) میرے رشتہ داروں کی حرمت۔

روایت نمبر ۳۹: متقدمین اور متاخرین میں سے بڑی بڑی بزرگ ہستیوں نے بالاتفاق رائے حضور کے اہل بیت کی محبت کو واجب تسلیم کیا ہے۔ اور سلف صالحین اور ان کے متبعین اسی سنت پر قائم رہے ہیں۔ بالخصوص حضرت سیدنا ابوبکر صدیق فرماتے ہیں کہ حضور کے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے۔

روایت نمبر ۴۰

بخاری شریف میں ایک حدیث ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کی گئی ہے ارقبوا محمداً فی اھل بیتہ اس حدیث کی تشریح علامہ ابن علان نے ریاض الصالحین کی شرح لکھتے وقت امام نووی کا حوالہ دیتے ہوئے یوں کی ہے حضرت رسول خدا اور اس کے اہل بیت کی تعظیم اور تکریم کرو۔ ان کا پاس خاطر اور ان کا احترام لازمی سمجھو۔

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حافظ زرندی کا قول ہے کہ علماء مجتہدین اور آئمہ مجتہدین میں سے ایک بھی ایسا شخص نہیں گذرا۔ جو کہ خلوص دل سے اور شوق قلبی سے اہل بیت کی محبت میں گداز نہ ہوا ہو۔ اور جس نے اس حصول نعمت مودت اہل بیت پر فخر نہ کیا ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زیر بحث آیت میں حکم دیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ حافظ زرندی علیہ الرحمہ نے علماء مجتہدین اور آئمہ کرام کی قید اس لئے لگائی ہے کہ وہ امت کی قیادت کرنے والے تھے کیونکہ امام اور مجتہد شرع محمدی میں ایک بڑا رتبہ ہے۔ اور امام و مجتہد تو تبھی بنے تھے کہ ان کے اندر قیادت امت کا مادہ موجود تھا تو جب قائدین امت کی یہ صفت ہو تو عام مسلمان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس کے خلاف کرے تو ایمان کا یہ وصف ہی اسبات کی دلیل ہے کہ

"بے حب اہل بیت عبادت حرام ہے"

کیونکہ یہ وصف کس کا ہے؟ کاملین امت کا ہے۔ مجتہدین اربعہ کا ہے (چاروں مجتہدین) تمام اماموں کا ہے تو پھر کیوں نہ مجتہد کی تقلید کریں اور اماموں کے وصف کو اپنا وصف کیوں نہ بنائیں جتنا کسی میں یہ وصف زیادہ ہوگا اتنا ہی اس کا ایمان کامل ہوگا انہی سے زیادہ بلطف ایمان لینے والے اور زیادہ فخر کرنے کے لائق وہی علماء مجتہدین اور آئمہ مجتہدین ہیں جنہوں نے اہل بیت کے ساتھ موالات کی۔

ہماری فخریہ پیش کش

آٹا ○ میدہ ○ سوجی ○ چوکر

غذائیت سے بھرپور

ہر وقت دستیاب ہے

بلور فلور اینڈ جنرل ملز لمیٹڈ

چارسدہ روڈ پشاور فون نمبر ۲۵۰۰

بلور بلڈنگ ۔ بازار دالگراں پشاور ۔ فون نمبر ۲۶۲۹

گرام. RICE ★ ٹیلی گرام "البشیر" ★ فون نمبر ۲۲۸۸

فضائلِ حسنین حدیث کی روشنی میں

* تاج محمد صدیقی قادری، پشاور

حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام ۱۵ رمضان المبارک سنہ ۳ھ کو بوقت شب مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ حضرت اسماء بنت عمیس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضرت فاطمہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ حضور اکرم نے فرمایا لاؤ۔ حضرت اسماء ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضرت امام حسن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کان میں اذان دی اور دوسری میں تکبیر فرمائی اور حسن نام رکھا ساتویں روز عقیقہ کیا اور سر کے بال کٹوا کر فرمایا کہ بالوں کے وزن کی چاندی صدقہ کی جائے۔ حضرت سیدنا امام حسین علیہ السلام ۵ شعبان سنہ ۴ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام حسین رکھا۔ حضرت ام فضل بنت حارث فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کی حضور میں نے ایک خواب آج رات دیکھا ہے۔ حضور نے فرمایا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا وہ خواب بہت سخت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیان کرو کہ تم نے خواب میں کیا دیکھا۔ میں نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک ٹکڑا حضور اکرم کے بدن سے کاٹا گیا ہے اور میری گود میں رکھا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اچھا خواب دیکھا ہے۔ انشاء اللہ فاطمہ کے ہاں لڑکا پیدا ہو گا۔ اور وہ تیری گود میں رکھیں گے۔ پس اللہ تعالے نے حضرت فاطمہ کو حسین دیا اور میری گود میں ڈالا گیا۔ ایک دن میں نے حسین کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رکھ دیا۔ حضور حسین کو محبت سے دیکھنے لگے پھر اچانک رو پڑے میں نے عرض کی حضور آپ روتے کیوں ہیں۔ حضور اکرم نے فرمایا کہ ابھی جبریل میرے پاس آئے۔ اور کہا کہ آپ کی امت اس کو شہید کرے گی میں نے پوچھا اس لڑکے کو کہا ہاں پھر جبریل نے اس جگہ کی سرخ مٹی دی جہاں حسین شہید ہوں گے (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ حضور نے فرمایا حسن و حسین دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ (بخاری شریف)

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ امام حسن حضور اکرم کے دوش اطہر پر سوار تھے کہ حضور اکرم فرما رہے تھے۔ اے اللہ میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اس کو محبوب رکھ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوبکر صدیق سے روایت ہے کہ حضور اکرم منبر پر جلوہ افروز تھے اور امام حسن حضور کی گود میں تھے حضور لوگوں کی طرف دیکھتے اور پھر فرماتے میرا یہ بیٹا سید ہے۔ اللہ تعالے اس کی بدولت مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح فرمائے گا (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ ابن زبیر سے روایت ہے کہ حضور کو اہل بیت میں امام حسن سب سے زیادہ پیارے تھے اور سب سے زیادہ ہم شکل رسول تھے۔

(ابن سعد) حضور اکرم نے فرمایا حسن و حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(ترمذی) حضرت زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ حضور نے حضرت علی حضرت فاطمہ، حسن و حسین کے حق میں فرمایا "میں لڑنے والا ہوں اس شخص سے جو ان سے لڑے اور صلح کرنے والا ہوں اس سے جو ان سے صلح کرے (ترمذی)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضور سے عرض کیا گیا کون آپ کو زیادہ پیارا ہے اہل بیت میں سے۔ حضور نے فرمایا حضرت حسن اور حسین۔ اور حضرت

فاطمہ کو فرماتے بلاؤ میرے دونوں بیٹوں کو۔ جب دونوں صاجزادے حاضر خدمت ہوتے تو حضور دونوں کو گلے لگاتے، سونگھتے اور پیار فرماتے (مظاہر حق)

حضرت براء سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے کہ امام حسن اور امام حسین دونوں تشریف لائے۔ دونوں بھائیوں نے سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے اور بوجہ کمسنی کے چلتے اور گر پڑتے تھے حضور نے خطبہ چھوڑ دیا اور دونوں صاجزادوں کو گود میں اٹھا لیا (ترمذی)

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور نے امام حسن کو اپنے کندھے پر بٹھایا ہوا تھا۔ ایک شخص نے کہا اچھی سواری پر سوار ہے اے حسن! حضور نے سن کر فرمایا۔ سوار بھی اچھا ہے (مظاہر حق)

حضرت عباس سے روایت ہے کہ جس نے امام حسن اور امام حسین سے محبت کی اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی۔ اور جس نے ان دونوں سے دشمنی کی اس نے حضور سے دشمنی کی۔ (ترمذی)

حضرت ابورافع کی بیوی حضرت سلمٰی سے روایت ہے کہ میں ام المومنین ام سلمہ کے پاس گئی۔ آپ رو رہی تھیں۔ میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہی ہیں۔ فرمایا میں نے حضور اکرم کو خواب میں اس حال میں دیکھا ہے کہ آپ کا سر مبارک اور ریش شریف گرد آلود ہے میں نے عرض کی یہ کیسی حالت ہے۔ فرمایا میں حسین کی شہید گاہ گیا تھا۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عباس فرماتے ہیں کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت سو گیا۔ خواب میں حضور اکرم کو دیکھا حضور کے بال مبارک پریشان تھے اور حضور کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے میں نے عرض کی میرے ماں باپ حضور پر قربان ہوں یہ پریشانی کیسی ہے؟ اور یہ شیشہ کیا ہے؟ فرمایا یہ خون حسین اور اس کے یاروں کا ہے (احمد و بیہقی)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام حسین کا لعاب دہن حضور اکرم اس طرح چوس رہے تھے جس طرح کھجور کو چوستے ہیں۔ (مسلم شریف)

ایک دفعہ حضرت عمر بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے دیکھا کہ حضور کی پشت پر امام حسین سوار ہیں اور حضور کے دہن مبارک میں ایک رسی ہے جس کے دونوں سروں کو امام حسین بطور لگام پکڑے ہوئے ہیں اور لگام کو جھٹکا دے کر اپنی سواری کو چلا رہے ہیں (کشف المحجوب)

ایک دن مسجد نبوی میں حضور اکرم سر بسجود تھے کہ اتنے میں امام حسین آئے اور حضور اکرم کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ حضور نے اس وقت تک سجدہ سے سر مبارک نہ اٹھایا جب تک امام حسین پشت مبارک سے خود نہ اترے (مدارج النبوت)

حضرت یعلی بن مرہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم نے فرمایا حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ (مشکوٰۃ)

ایک دفعہ حضور نے چند بچوں کو کھیلتے دیکھا حضور نے ایک بچے کو گود میں اٹھا لیا پیار فرمایا اور چوم لیا صحابہ نے عرض کی حضور کیا بات ہے فرمایا میں نے ایک دفعہ دیکھا کہ یہ بچہ امام حسین کے پاؤں کی خاک اپنی آنکھوں میں ڈال رہا ہے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے دن حضور اکرم کو دیکھا حضور قصوی نامی اونٹنی پر سوار تھے اور میں نے سنا کہ حضور نے فرمایا لوگو میں نے تم میں وہ چیزیں چھوڑی ہیں اگر تم پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ وہ اللہ کی کتاب اور میری اہل بیت ہے (احمد)

حضرت عقبہ بن حارث فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی اور نماز کے بعد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ جا رہے تھے کہ راستے میں حضرت ابوبکر نے سیدنا امام حسین کو دیکھا لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے حضرت ابوبکر نے امام حسین کو اپنے کندھے پر اٹھا لیا۔ اور بطور دل لگی فرمایا میرے ماں باپ قربان ہوں تم پر تم [illegible] کے مشابہ نہیں ہو (بخاری شریف)

حضرت عبداللہ بن [illegible] فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت خاتون جنت حضور اکرم کی خدمت میں پریشان حال حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ حضور دونوں

صاحبزادے کھیلتے کھیلتے کہیں گم ہو گئے ہیں اور حضرت علی گھر میں موجود نہیں، میں چاہتی ہوں کہ آپ ان کو تلاش کریں۔ حضور اکرم سنتے ہی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور عالم اضطراب میں اپنے دونوں نواسوں کو ڈھونڈنے لگے۔ آخر ایک جگہ پر دونوں نواسوں کو کھیلتے دیکھا۔ حضور اکرم نے دونوں بھائیوں کو اٹھا لیا اور تیزی کے ساتھ قدم اٹھاتے ہوئے در دولت فاطمہ کی طرف چلنے لگے (نسائی)

حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ ایک رات کو میں کسی کام کے لئے حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا پس نکلے حضور اکرم اپنے دولت اقدس سے اس حال میں کہ کسی چیز کو کمبل میں لپیٹے ہوئے تھے میں نے عرض کی حضور آپ نے کس چیز کو کمبل میں لپیٹا ہوا ہے حضور اکرم نے کمبل کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ امام حسن اور حسین کو دونوں طرف گود میں لے کر کمبل مبارک میں لپیٹا ہوا تھا۔ پھر فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے۔ اے اللہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان کو دوست رکھ اور دوست رکھ اس شخص کو جو ان دونوں کو دوست رکھے۔ (ملا بر حق)

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جب آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے رجس (ناپاکی) دور کرے اے اہل بیت رسول اللہ اور تمہیں پاک کرے خوب پاک۔ یہ آیت پنجتن کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ حضور اکرم نے امام حسن امام حسین حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو اپنی چادر مبارک کے نیچے بٹھا کر فرمایا اللھم ھولاء اھل بیتی وخاصتی اذھب عنھم الرجس ویطھرھم تطھیرا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں۔ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضور اکرم کاشانہ نبوت سے نکلے اپنی گود میں امام حسن اور امام حسین کو لئے ہوئے تھے۔ اور پیچھے حضرت فاطمہ تھیں اور حضرت ان کے پیچھے تھے اور حکم دیا کہ جب دعا کروں تو تم آمین کہنا (مسلم)

حضرت ابوذر غفاری فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم کو فرماتے سنا آگاہ رہو میری اہلبیت کی مثال کشتی نوح کی طرح ہے جو کوئی سوار ہوا کشتی نوح میں نجات پائی اور جو کوئی پیچھے رہا اور سوار نہ ہوا پس ہلاک ہوا۔ (احمد)

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں۔ یا اھل بیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ۔ اے اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری محبت فرض ہے اور قرآن پاک اس پر ناطق ہے بلاشک۔

ابو البشیر حکیم غلام احمد سلیم

میدانِ کربلا

مسلم تو کیا جہاں پہ ہے احسانِ کربلا — درسِ خودی ہے دہر کو برہانِ کربلا
بڑھ کر ہے اس سے اور بھی کیا شانِ کربلا — قرآن پاک سرخیٔ عنوانِ کربلا
عالم تمام کے رہ گئے تھے دیکھ کر دنگ — واللہ کیا عجیب تھی میدانِ کربلا
جو حشر تک ہے خونِ شہیداں سے سرخرو — دنیا اسی کو کہتی ہے میدانِ کربلا
معصوم تیرے نوجواں تیغ سے بچے — آؤ تمہیں دکھائیں حسینانِ کربلا
تنہائی بیکسی تھی غریبی بھی پیاس تھی — شبیر کے نصیب میں سامانِ کربلا
دنیا و دین میں حشر میں جنت میں ہر جگہ — ہیں سر فروش حلقہ بگوشانِ کربلا
بعد از طواف کعبہ و دید رسول پاک — رہتا ہے پیش دل میں بھی ارمانِ کربلا

اخلاص کے یہ پھول ہیں بے رنگ و بو سلیم
رکھنا مزار شہیدانِ کربلا!

اقبال اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مرتضیٰ بیتم

ہمارے ادب کا شاید ہی کوئی ایسا بد نصیب شاعر ہوگا جو سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گلہائے عقیدت پیش کرنے کی سعادت سے محروم رہا ہو۔ عالمِ عرب کے مشہور شاعر حسان بن ثابت سے لیکر آج کے شعراء تک سبھی نے رحمت اللعالمین کی شانِ فضیلت کے بیان میں اپنی شاعرانہ خوبیوں کے جوہر دکھائے ہیں۔ مسلم تو مسلم کئی غیر مسلم شعراء بھی اس محسنِ انسانیت کو خراجِ تحسین ادا کئے بغیر نہ رہ سکے۔ رسولِ مقبول کے مداحوں کی فہرست تو اس قدر طویل ہے کہ ان سب کے ذکر کیلئے کئی دفتروں کی ضرورت ہوگی۔ لیکن ان میں کچھ مداح ایسے ہیں جنہوں نے حضورِ اکرم کی تعریف و توصیف کے نغمے ایسی محبت و شیفتگی سے گائے ہیں کہ ان کی آواز آج بھی فضاؤں میں گونج رہی ہے ان کا کلام زبانِ زدِ خلائق ہو گیا اور مداحانِ رسول کی حیثیت سے وہ حیاتِ جاوید کا درجہ حاصل کر گئے۔

حسان بن ثابت کا نام رہتی دنیا تک قائم رہے گا جس نے حضور مقبول صلعم کی شان میں ایسے قصیدے کہے کہ اسے "شاعرِ رسول" کا خطاب نصیب ہوا۔ اس کا نعتیہ قصیدہ روضۂ رسول پر سنہری حروف سے لکھا گیا۔ سعدی شیرازی نے جس لطافت اور جوش و صداقت سے حضورِ اکرم کی شان بیان کی ہے وہ نعتیہ شاعری کا شاہکار ہے ۔

بلغ العلیٰ بکمالہ　　کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ　　صلوا علیہ وآلہ

سعدی شیرازی کے علاوہ فارسی شعراء میں فیضی، نظامی گنجوی، حکیم سنائی، عطار، مولانا روم، جامی، قدسی، خاقانی، خسرو اور غالب نے سرورِ کون و مکاں کے حضور اپنی عقیدت کے جو نذرانے پیش کئے ہیں وہ محبت و خلوص کے ایسے گراں بہا جواہر ہیں جن کی دمک چمک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم رہے گی۔ جامی نے جو فارسی کے نعت گو شعراء میں لطافتِ بیان اور شدتِ جذبات کی وجہ سے خاص مقام رکھتا ہے احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے اپنی والہانہ عقیدت کا یوں اظہار کیا ہے۔

جہاں روشن است از جمالِ محمد　　دلم زندہ شد از وصالِ محمد
خوشا مسجد و منبر و خانقاہے　　کہ در وے بود قیل و قالِ محمد
بہ صدق و صفا گشتہ بیچارہ جامی　　غلامِ غلامانِ آلِ محمد

خاقانی فارسی قصیدہ گو شعراء میں کلام کے شکوہ کے لحاظ سے سب سے آگے ہے اس نے حضور رسالت مآب کی شان میں ایسے زوردار قصیدے کہے ہیں جو فارسی شاعری کا سرمایۂ افتخار ہیں۔ رسول اللہ سے محبت کی وجہ سے خاقانی کو "حسان العجم" کا خطاب ملا۔ اسے اپنے جذبۂ حبِ رسول پر فخر تھا۔ دیکھئے کس سرخوشی سے اپنے آپ کو نائبِ حسان کہتا ہے۔

بخت بہ در مصطفیٰ نائبِ حسان و فی
وز پی جود صفت احمد ز امم سر خلق

فارسی غزل کی سلطنت کے تاجدار حافظ شیرازی نے مدحِ رسول میں زیادہ [illegible] اس میدان میں بھی [illegible] سبقت لے گئے

خوش بیانی آج بھی ہمارے کانوں میں رس گھول رہی ہے۔

یا صاحب الجمال ویا سید البشر ❊ من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ ❊ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

سید البشر کے دربار میں جان محمد عباسی نے جو ہدیۂ محبت و عقیدت پیش کیا ہے وہ اپنی شاعرانہ خوبیوں اور جذبات عقیدت و ارادت کے والہانہ اظہار کی وجہ سے یاد رکھنے کی چیز ہے۔

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی
نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم
زانکہ نسبت بسگ کوئے تو شد بے ادبی

اردو اور فارسی کے بلند مرتبت شاعر اسد اللہ خان غالب کے ہاں نعتیہ کلام میں بھی اس کا خاص انداز جھلکتا ہے۔

حق جلوہ گر ز طرز بیان محمد است
آرے زبان حق بہ زبان محمد است
آئینہ دار پرتو مہر است آفتاب

اردو قصیدہ گو شعراء میں میر تقی میر، مرزا رفیع سودا، ذوق، محسن کاکوروی اور امیر مینائی اپنے نعتیہ قصائد کی وجہ سے اردو ادب میں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ محسن کاکوروی محبت رسول سے ایسا سرشار تھا کہ عمر بھر نعتیہ اشعار کے علاوہ کسی دوسرے موضوع پر طبع آزمائی نہیں کی۔ اس کا مشہور قصیدہ ؎

"سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل"

تشبیہات و استعارات کی ندرت اور اسلوب بیان کی دلکشی و جدت کے ساتھ ساتھ جذبات محبت سے لبریز اور عجیب انبساط و سرمستی کی کیفیت کا حامل ہے۔ محسن کس خلوص سے رسول خدا کے حضور التجا کرتا ہے کہ ؎

ہے تمنا کہ رہے نعت سے خالی تیری
نہ مرا شعر نہ قطعہ، نہ قصیدہ نہ غزل

اردو کے دیگر مشاہیر شعراء میں حالی، جوش، ظفر علی خان اور حفیظ جالندھری نے اپنی نظموں میں جس ارادت سے پیغمبر اسلام کی مدح و ستائش کی ہے اس سے ان کے دلی جذبات کی عکاسی ہوتی ہے۔ مسدس حالی کے یہ بند نعتیہ شاعری میں ہمیشہ یادگار رہیں گے ؎

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

اور حفیظ جالندھری کا سلام بحضور سرور کائنات اپنے اثر و کیف کے اعتبار سے بے مثال ہے ؎

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
ترے آنے سے رونق آ گئی گلزار ہستی میں
شریک حال قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی
تری صورت تری سیرت ترا نقشہ ترا جلوہ
تبسم گفتگو بندہ نوازی خندہ پیشانی

جن شعرائے کرام کا ابھی ذکر کیا گیا ہے یہ سب آسمان شاعری کے درخشندہ و تابندہ ستارے ہیں جن کی آب و تاب اپنی اپنی جگہ مسلم ہے سب نے اپنے طور پر بارگاہ رسالت میں عقیدت کے پھول پیش کرنے کیلئے تمام شاعرانہ کمالات بروئے کار لاتے ہوئے شد و مد یا دوسرے زیادہ زور قلم صرف کرنے کی کوشش کی۔ ان کے کلام میں زبان و بیان کی خوبیاں درجۂ کمال تک پہنچتی دکھائی دیتی ہیں۔ ان کے ہاں جذبات کی شدت اور خلوص کے ساتھ ساتھ شان رسالت مآب سے عقیدت و محبت کا اظہار بھی بھرپور نظر آتا ہے۔ لیکن آتش عشق کی جو گرمی اور حرارت اقبال میں نظر آتی ہے اس کی مثال ملنی محال ہے۔

اقبال اپنی شاعری میں ایسا سوز [illegible]

کے سامنے سب ستارے ماند پڑ گئے۔ اقبال نے ہماری شاعری میں انقلاب برپا کر دیا۔ اس کا مشاہدہ سب سے گہرا اس کا علم سب سے وسیع اس کی دسیع اس کی فکر سب سے بلند اور اس کا شعور سب سے پختہ تھا اس نے جب اس نے نغمہ پرائی شروع کی تو اس کی آواز سب سے جدا اور نغمہ منفرد تھا۔ اقبال نے ہماری شاعری کو نیا ذہن عطا کیا۔ اس نے اپنا خون جگر دے کر شاعری کے تن مردہ میں نئی زندگی ڈال دی اس نے شاعری محض تفنن طبع کے لئے نہیں اختیار کی۔ شاعری سے اس کا مقصد "آدم گری" تھا۔ اور اسی وسعت کی وجہ سے شاعری پیغمبری کی وارث بننے کی مستحق ہوتی ہے ؎

شعر را مقصود اگر آدم گری است ✤ شاعری ہم وارثِ پیغمبری است

اقبال ایسی شاعری کا قائل تھا جس میں خون جگر بھی شامل ہو اس کے خیال میں ؎

نغمہ می باید جنوں پروردۂ ✤ آتشے در خون دل حل کردۂ

اس شاعر آتش نوا نے حبِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہو کر جب نظمیں کہیں تو شعروں میں بجلیاں بھر دیں۔ اقبال کے نعتیہ کلام میں جو جذب وکیف اور سوز وگداز پایا جاتا ہے اس کی نظیر اقبال کے کلام کے علاوہ اور کہیں نہیں مل سکتی ؎

برگ گل رنگیں ز مضمونِ من است ✤ مصرعِ من قطرۂ خونِ من است

اقبال نہ صرف ایک بہت بڑا شاعر بلکہ ایک عظیم مفکر بھی تھا اس حکیم فرزانے نے محبت اختیار کی تو ایسی ہستی کی جس کی محبت پر خود خالق کائنات کو بھی ناز ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔

لولاک لما خلقت الافلاک

اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا

آپ کی محبت ہی باعث تخلیق کائنات ہوئی۔ جاوید نامہ میں علامہ اقبال نے اس حقیقت کی طرف یوں اشارہ کیا ہے ؎

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو ✤ آنکہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نورِ مصطفیٰ او را بہاست ✤ یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

اقبال کا تصور عشق نام نہاد رسمی عشق سے بلکہ مختلف ہے اقبال کے نزدیک عشق ایک عظیم جذبہ ہے جو تمام جذبوں کا سرتاج ہے یہ زندگی کا زبردست محرک عمل ہے اور اس کے ذریعے انسان تکمیل ذات کرتا ہے۔ عشق کے ذریعے انسان خودی کی تکمیل کی منازل طے کرتا ہے اور زمان ومکان کو تسخیر کرتا ہے۔ اور ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے عشق کو اقبال اپنا امام کہتا ہے ؎

من بندۂ آزادم عشق است امام من

اقبال کی "محبت رسول" میں حکیمانہ بصیرت کار فرما ہے۔ وہ پیغمبر اسلام سے اسلئے محبت کرتا ہے کہ انہوں نے "احترام آدمیت" کا درس دیا اور اپنے اسوۂ حسنہ سے دنیا کے لئے ایک اعلیٰ ترین نمونہ پیش کیا انہوں نے انسان اور انسانیت کی فضیلت کا اعلان کیا اور رنگ ونسل اور ملک وقومیت کی تخصیص ختم کرنے کی تلقین کی۔ آپ نے ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم کا درس دیا۔ حضور اکرم کی پیدائش سے حریت وآزادی کی نعمتیں عام ہوئیں۔ انسان پر انسان کی خدائی ختم ہوئی۔ آپ کی ولادت سے جہان کہنہ کی موت ثابت ہوئی۔ دیکھئے اقبال کس جوش سے ان حقائق کو بیان کرتا ہے۔

زادنِ او مرگِ دنیائے کہن ✤ مرگِ آتش خانہ و دیر و شمن
قوتِ او ہر کہن پیکر شکست ✤ نوعِ انساں را حصارِ تازہ بست
تازہ جاں اندر تنِ آدم دمید ✤ بندہ را باز از خداوندان خرید

پیغمبر اسلام کا دین "دینِ حیات" ہے اور آپ کی آمد سے دنیا میں زندگی کی نئی شمع روشن ہوئی۔

در جہاں شمعِ حیات افروختی ✤ بندگاں را خواجگی آموختی

اقبال کو ذات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ان کے

پیغام اور ان کے پیش کردہ نظام حیات سے بھی محبت ہے اُس نے دوسرے شعراء کی طرح صرف پیغمبر اسلام کے سراپا کی تعریف اور روائتی مدح سرائی نہیں کی بلکہ ان کے پیش کئے ہوئے نظام معاشرت اور نظام اخلاق کی تبلیغ کو اپنی زندگی کا مقصد اولیٰ قرار دیا۔ اقبال کے نزدیک عشق یہ نہیں کہ عاشق اپنے محبوب کی صرف تعریف و توصیف کرتا رہے بلکہ حقیقی عشق یہ ہے کہ محبوب کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہو جب ہم حبیب خدا کی تقلید میں بڑھیں گے زمین و آسمان تو کیا خود ذات کبریا تک ہماری رسائی ہو جائیگی۔

عاشقی؟ محکم شو از تقلید یار تا کمند تو شود یزداں شکار

اقبال کی پرورش و تربیت ایسے ماحول میں ہوئی تھی کہ بچپن سے ہی اس کے دل میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی محبت گھر کر گئی والد کی درویشانہ زندگی اور میر حسن جیسے صاحب دل استاد کے فیض صحبت اقبال کے دل میں عشق رسول کی چنگاری سلگا دی تھی بعد میں اقبال نے قدیم و جدید علوم اور فلسفہ الٰہیات کا گہرا مطالعہ کیا۔ دنیا کے مختلف نظریات و عقائد اور مذاہب و ادیان کی تاریخ کا دقت نظر سے مطالعہ کیا۔ تہذیب فرنگ کے ہر پہلو کا عمیق مشاہدہ کیا اور آخر اس نتیجے پر پہنچا کہ اس دنیا کے تمام آلام و مصائب کا واحد حل پیروی دین مصطفیٰ میں پوشیدہ ہے۔

اسلام اور داعی اسلام سے اقبال کی بے پناہ محبت و شیفتگی آپکی سیرت پاک کے گہرے مطالعے کا نتیجہ تھی۔ اقبال خود بھی محبت رسول سے سرشار تھا اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتا رہا۔ وہ بار بار اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جب تک ملت اسوۂ رسول پر عمل پیرا رہی دنیا میں سرفراز و سرخرو رہی اور جب ہم نے آپکی پیروی کو ترک کر دی تو آسمان نے ہمیں اوج ثریا سے تحت الثریٰ میں پھینک دیا۔

تا شعار مصطفیٰ از دست رفت قوم را رمز بقا از دست رفت

سوز صدیق و علی از حق طلب ذرۂ عشق نبی از حق طلب

ہر کہ عشق مصطفیٰ سامان اوست بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

ایک اور موقع پر حب رسول اکرم کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں کہ بر فتراک صاحب دولتے بستم دل خود را

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

اقبال کو حضور رسالت مآب سے اس لئے بے پناہ محبت تھی کہ آپنے انسان کامل کا اعلیٰ ترین نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ کی سیرت پاک انسان کے لئے مشعل ہدایت ہے جس کی روشنی میں چل کر انسان حیات کے مراتب عالیہ پر فائز ہو سکتا ہے۔

اقبال کا اکثر کلام تکمیل خودی کا درس دیتا ہے اس کے نزدیک زندگی کا اصل محرک اثبات خودی کا جذبہ ہے جو انسان میں ودیعت ہے۔ انسان اسی لئے اشرف المخلوقات تسلیم کیا گیا ہے اور نیابت الٰہی کا حقدار ٹھہرا ہے کہ اس میں خودی کا جذبہ موجود ہے۔ شعور ذات خودی کی خاص شان ہے یہ حقائق اقبال پر دین مصطفیٰ کے ذریعے آشکار ہوئے۔

رمز دین مصطفیٰ دانی کہ چیست فاش دیدن خویش را شاہنشہیست

چیست دیں؟ دریافتن اسرار خویش زندگی مرگ است بے دیدار خویش

اقبال نے اپنے کلام میں حضور اکرم کے معراج کے واقعہ کو بھی بیان کیا ہے اسکے خیال میں انسان کامل کی خودی جب زمان و مکان کی تسخیر کر لیتی ہے تو اسے معراج کہا جاتا ہے۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

اقبال کو زیارت روضہ رسول کی بڑی تمنا تھی جو بدقسمتی سے پوری نہ ہو سکی۔ اس تمنا کا اظہار اقبال نے اپنے کلام میں انتہائی سوز و گداز سے کیا ہے اقبال نے محبت ذات مصطفیٰ صلعم سے سرشار ہو کر کمال عقیدت و ارادت سے جذب و کیف سے لبریز اور درد و اثر سے مملو اشعار کہے ہیں جو دنیائے سوز و ساز کا گراں قدر سرمایہ ہیں۔

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

ہوا ہو ایسی کہ ہندوستاں سے اے اقبال اڑا کے مجھ کو غبار رہ حجاز کرے

نوٹ: اقبال کی نظر میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے محبت و عقیدت ہی اصل اور سچا مذہب ہے ؎ بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ؛ اگر باو نرسیدی تمام بولہبیست

ہر قسم سامان آہنی و فولادی تعمیرات کیلئے

گل محمد اینڈ برادرس

فون نمبر
۲۱۱۴
۲۵۳۹

پل پختہ پشاور شہر
سے طلب فرمایئے

تار کا پتہ
"تاج کو" پشاور

جو حکومت پاکستان کے صوبہ سرحد میں نامزد کردہ

لوہا ـــ اور ـــ فولاد

کے واحد مرکزی سٹاکسٹ ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صبا بحسنِ ادب گو تو غوثِ اعظم را
خدا سپرد بہ تو کارِ ہر دو عالم را

تو آں شہی کہ کُنی رد قضائے مبرم را
بری ز خاطرِ ناشاد محنت و غم را

شاہ محمد غوث صاحب
رحمۃ اللہ علیہ

ہر قسم سامان آہنی و فولادی تعمیرات کیلئے

گل محمد اینڈ برادرس

فون نمبر
۲۱۱۴
۲۵۳۹

پل پختہ پشاور شہر
سے طلب فرمائیے:

تار کا پتہ
تاج کو پشاور

جو حکومت پاکستان کے صوبہ سرحد میں نامزد کردہ

لوہا اور فولاد

کے واحد مرکزی سٹاکسٹ ہیں!